ہفت روزہ
11
ندائے خلافت
لاہور
www.tanzeem.org
14 تا 20 جمادی الثانی 1438ھ/14 تا 20 مارچ 2017ء

دلوں کو جوڑنے کا نسخہ کیمیا

ایک اہم سوال یہ ہے کہ دلوں کو کیسے جوڑا جا سکتا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ دینِ متین کے ذریعے دلوں کو جوڑا جا سکتا ہے۔ چنانچہ جن دو بندوں میں دین ہوگا اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے محبت پیدا فرما دیں گے۔ ان کے دلوں میں دین کی وجہ سے محبت پیدا ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو لوگ ایمان لائیں گے، نیک اعمال کریں گے......

''خدائے رحمٰن ان کے لیے دلوں میں محبت پیدا فرما دے گا۔'' (مریم:96)

تو مسلمانوں میں جہاں آپ دیکھیں کہ محبتوں کی جگہ نفرتیں ہیں، عداوتیں ہیں، تو سمجھ لیں کہ ایمان کمزور ہے، اگر ایمان قوی ہوتا تو آپس میں لازماً محبت ہوتی۔

اصول کی بات سمجھیں وہ یہ کہ مخلوق لینے پر آ جائے تو نفرتیں بڑھتی ہیں اور مخلوق دینے پر آ جائے تو محبتیں بڑھتی ہیں۔ آج ہمارا لینے کا مزاج بن چکا ہے، اس لیے نفرتیں ہیں۔ اگر ہمارا دینے کا مزاج بنا ہوا ہوتا تو ہمارے دلوں میں محبت ہوتی۔ دیکھو! اللہ تعالیٰ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو آپس میں کیسی محبت عطا فرمادی تھی؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے میرے حبیب!

''اگر تم زمین بھر کی ساری دولت بھی خرچ کر لیتے تو ان کے دلوں میں یہ الفت پیدا نہ کر سکتے، لیکن اللہ نے ان کے دلوں کو جوڑ دیا۔'' (الانفال:63)

گویا مال و دولت سے محبت پیدا نہیں ہوتی، بلکہ اعمال سے ایک دوسرے کے لیے محبت پیدا ہوتی ہے۔ ہم اگر نیک اعمال کرنے والے بن جائیں تو اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں میں محبت پیدا کر دیں گے۔

چنانچہ دین اسلام محبت پھیلانے والا دین ہے۔

مولانا عبداللہ

اس شمارے میں

ہم تماشائیوں کا کیا بنے گا؟

خلافت کی تنسیخ

مطالعۂ کلام اقبال

پانامہ لیکس کا فیصلہ کس کے حق میں؟

فلسفۂ اصلاح و فساد

مولانا ابوالکلام آزاد کا صحافتی نظریہ

انسان بے مقصد پیدا نہیں کیا گیا

اللہ سے سرکشی کا رویہ ترک کریں!

عقل کے اندھوں کی خام خیالی

سُورۃُ الکھف ﴿ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ﴾ آیات:101تا

اِلَّذِیۡنَ کَانَتۡ اَعۡیُنُہُمۡ فِیۡ غِطَآءٍ عَنۡ ذِکۡرِیۡ وَ کَانُوۡا لَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ سَمۡعًا ﴿۱۰۱﴾
اَفَحَسِبَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اَنۡ یَّتَّخِذُوۡا عِبَادِیۡ مِنۡ دُوۡنِیۡۤ اَوۡلِیَآءَ ؕ اِنَّاۤ اَعۡتَدۡنَا
جَہَنَّمَ لِلۡکٰفِرِیۡنَ نُزُلًا ﴿۱۰۲﴾ قُلۡ ہَلۡ نُنَبِّئُکُمۡ بِالۡاَخۡسَرِیۡنَ اَعۡمَالًا ﴿۱۰۳﴾ؕ

آیت ۱۰۱ ﴿اَلَّذِیۡنَ کَانَتۡ اَعۡیُنُہُمۡ فِیۡ غِطَآءٍ عَنۡ ذِکۡرِیۡ وَ کَانُوۡا لَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ سَمۡعًا ﴿۱۰۱﴾﴾ ’’وہ لوگ جن کی نگاہیں پردے میں تھیں میرے ذکر سے‘ اور وہ سن بھی نہیں سکتے تھے۔‘‘

وہ لوگ جو اندھے اور بہرے ہو کر دنیا سمیٹنے میں لگے ہوئے تھے‘ حقیقی مسبب الاسباب کو بالکل فراموش کر چکے تھے‘ صرف دُنیوی اسباب و وسائل پر بھروسا کرتے تھے اور دنیا میں ان کی ساری تگ و دو مادی منفعت کے حصول کے لیے تھی۔ یہی مضمون اگلے (آخری) رکوع میں بہت تیکھے انداز میں آ رہا ہے۔

آیت ۱۰۲ ﴿اَفَحَسِبَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اَنۡ یَّتَّخِذُوۡا عِبَادِیۡ مِنۡ دُوۡنِیۡۤ اَوۡلِیَآءَ ؕ﴾ ’’کیا کافروں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ میرے ہی بندوں کو میرے مقابلے میں اپنے حمایتی بنا لیں گے؟‘‘

یہ لوگ جن انبیاء و رسل‘ ملائکہ اور صلحاء کو میرے شریک ٹھہراتے ہیں اور اپنا کارساز سمجھتے ہیں وہ سب میرے بندے ہیں۔ کیا ان کا خیال ہے کہ میرے یہ بندے میرے مقابلے میں ان کی مدد اور حمایت کریں گے؟ خواہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوں یا عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ‘ میرے یہ بندے میرے مقابلے میں ان کے حامی و مددگار اور حاجت روا ثابت ہوں گے؟

﴿اِنَّاۤ اَعۡتَدۡنَا جَہَنَّمَ لِلۡکٰفِرِیۡنَ نُزُلًا ﴿۱۰۲﴾﴾ ’’یقیناً ہم نے تیار کر رکھا ہے جہنم کو ایسے کافروں کی مہمانی کے لیے۔‘‘

آیت ۱۰۳ ﴿قُلۡ ہَلۡ نُنَبِّئُکُمۡ بِالۡاَخۡسَرِیۡنَ اَعۡمَالًا ﴿۱۰۳﴾﴾ ’’آپ کہیے: کیا ہم تمہیں بتائیں کہ اپنے اعمال کے اعتبار سے سب سے زیادہ خسارے میں کون ہیں؟‘‘

یہ دنیا محنت‘ عمل اور کوشش کی دوڑ کا میدان ہے اور ہر انسان اپنے مفاد کے لیے بقدرِ ہمت اس دوڑ میں شامل ہے۔ مگر بدقسمتی سے کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو اپنی پوری کوشش اور محنت کے باوجود گھاٹے میں رہتے ہیں۔ اس آیت میں اُن لوگوں کی نشاندہی کی جا رہی ہے جو اپنے اعمال‘ اپنی محنت و مشقت‘ بھاگ دوڑ اور سعی و جہد میں سب سے زیادہ گھاٹا کھانے والے ہیں۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جو اس آزمائش میں ناکام ہو کر دنیا کی زیب و زینت ہی میں کھو گئے ہیں۔

فرمان نبویؐ

قرآن تمہارے حق میں یا تمہارے خلاف حجت ہے

عَنۡ اَبِیۡ مَالِکٍ الۡاَشۡعَرِیِّ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ: ((اَلطُّھُوۡرُ شَطۡرُ الۡاِیۡمَانِ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰہِ تَمۡلَاُ الۡمِیۡزَانَ قَالَ عَفَّانُ وَسُبۡحَانَ اللّٰہِ وَاللّٰہُ اَکۡبَرُ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکۡبَرُ تَمۡلَاُ مَا بَیۡنَ السَّمَاءِ وَالۡاَرۡضِ قَالَ عَفَّانُ وَسُبۡحَانَ اللّٰہِ وَاللّٰہُ اَکۡبَرُ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَقَالَ عَفَّانُ مَا بَیۡنَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَالصَّلَاۃُ نُوۡرٌ وَالصَّدَقَۃُ بُرۡھَانٌ وَالصَّبۡرُ ضِیَاءٌ وَالۡقُرۡاٰنُ حُجَّۃٌ عَلَیۡکَ اَوۡ لَکَ کُلُّ النَّاسِ یَغۡدُوۡ فَبَائِعٌ نَفۡسَہٗ فَمُوۡبِقُھَا اَوۡ مُعۡتِقُھَا)) (متفق علیه)

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’صفائی ایمان کا حصہ ہے۔ الحمدللہ کہنا میزانِ عمل کو بھر دیتا ہے۔ سبحان اللہ، اللہ اکبر، لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر آسمان و زمین کے درمیان کی جگہ کو بھر دیتے ہیں۔ نماز نور ہے، صدقہ دلیل ہے، صبر روشنی ہے اور قرآن تمہارے حق میں یا تمہارے خلاف حجت ہے اور ہر انسان صبح کرتا ہے تو اپنے آپ کو بیچ رہا ہوتا ہے پھر کوئی اسے ہلاک کر دیتا ہے اور کوئی اسے آزاد کر دیتا ہے۔‘‘

ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

14 تا 20 جمادی الثانی 1438ھ جلد 26
14 تا 20 مارچ 2017ء شمارہ 11

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 36316638-36366638-
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن لاہور-54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا------------------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ

مرزا ایوب بیگ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہم تماشائیوں کا کیا بنے گا؟

تحریک پاکستان کے دوران کوئی سوچ سکتا تھا کہ جس اسلامی ریاست کے لیے جدوجہد کی جارہی ہے، چلیے وقتی طور پر یہ بھی مان لیتے ہیں کہ مسلمانوں کے جس ملک کے لیے جدوجہد کی جارہی ہے وہاں اللہ اور رسول ﷺ کی کھلی توہین ہوگی؟ توہین آمیز مواد اس ریاست کی مسلمان حکومت اور باسیوں کی آنکھوں کے سامنے موجود ہوگا، لیکن اسلامی ریاست کے حکمران اپنے موج میلوں میں مصروف رہیں گے۔ علماء کرام مدارس میں قال اللہ وقال رسول اللہ کی پکار پروفیشنل انداز میں تو لگا رہے ہوں گے لیکن غیر مسلم یا غیر ممالک کے دین دشمن نہیں بلکہ اسی ملک کے مسلمان کہلوانے والے بدبخت اللہ اور رسول ﷺ کی اس قدر وحشیانہ انداز میں توہین کرتے ہوئے سوشل میڈیا پر متحرک ہوں گے۔ لیکن ہمارے ان مذہبی رہنماؤں کو کوئی پرواہ نہیں ہوگی۔ ان کی طرف سے احتجاج، کوئی دھرنا نہیں دیا جائے گا۔ اس غفلت پر جتنی مذمت کی جائے کم ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ انہیں تو سردھڑ کی بازی لگا دینا چاہیے تھی اور ایسے انداز میں لگانا چاہیے تھی کہ سر دھڑ پر رہتا نہ رہتا لیکن پاکستان میں کس سطح پر بھی اور کسی انداز میں بھی یہ بے ہودہ کفریہ کلمات نظر نہ آتے۔ آج حکومت اگر مدارس پر نگاہِ بد ڈالے تو یہ کیا کچھ نہ کر گزرتے؟ فوج اگر آپریشن 'ردالفساد' میں ان فسادیوں کا قلع قمع نہیں کرتی تو پھر کس فساد کا رد کرے گی۔ مذہبی سیاسی جماعتوں پر ہیجانی کیفیت طاری ہے کہ انتخابات شاید وقت سے پہلے ہونے کو ہیں۔ یہ وقت ان کے لیے قیامت کا وقت ہوتا ہے گھر بار کو وہ بھولے ہوتے ہیں۔ ان کی تمام تر توانائیاں "electables" کے تعاقب میں صرف ہورہی ہیں کہ کس طرح انہیں اپنی جماعت کی طرف مائل کرنا ہے۔ لہٰذا اللہ اور رسول ﷺ کی بے حرمتی پر کچھ کرنے تو کیا' کچھ کہنے کی بھی انہیں فرصت نہیں۔ رہ گئی غریب عوام تو اسے روٹی کی فکر نے کہیں کا نہیں چھوڑ اور اشرافیہ کا ہدف بھی شاید یہی ہے کہ بالواسطہ ٹیکسوں کی بھرمار اور مہنگائی کے طوفان سے انہیں اپنا آپ فراموش کرادو۔ بھوک انہیں باؤلا بنادے گی۔ ہوش میں آئیں گے تو کچھ کر پائیں گے۔ متوسط طبقہ کو PSL میں لگادو، میڈیا اسے ایسی hype دے اور اتنا رنگین بنادے کہ وہ اس سحر سے باہر نہ نکل سکیں۔

بہرحال اسلام آباد ہائی کورٹ کے ایک جج کا ضمیر بیدار ہوا۔ اشرافیہ سے تعلق ہونے کے باوجود وہ سرِ عدالت رو پڑے اور وہ کچھ کہا جو اس سیٹ پر بیٹھا کوئی شخص کہہ سکتا تھا۔ وزیر داخلہ کو اگلے دن عدالت میں طلب کرلیا لیکن وہ وزیر داخلہ جو اسلام آباد میں جگہ جگہ چھلانگیں لگاتے ٹیلی ویژن پر دکھائی دیتے ہیں، اس طلبی پر انہیں یاد آیا کہ ان کی تو سرجری ہوئی ہے۔ لہٰذا وہ عدالت تشریف نہیں لاسکتے۔ حالانکہ اپنے شہر کے ہائی کورٹ پہنچنے کے لیے نہ دریا عبور کرنا تھا نہ صحرا سے گزرنا تھا۔ آرام دہ بلٹ پروف گاڑی میں چند منٹ کا سفر تھا جو وہ نہ کر سکے۔ کاش! انہیں معاملے کی سنگینی کا احساس ہوتا۔ رحمت للعالمین ﷺ کے احسانات کو تسلیم کرنے کا ان میں داعیہ ہوتا کاش! کائنات کی عظیم ترین ہستی کی عظمت کا انہیں کوئی ادراک ہوتا۔ وہ ہستی جسے جان و مال سے اولاد اور والدین سے محبوب تر اور عزیز تر رکھنا مسلمان کے ایمان کا حصہ ہونا چاہیے۔ اس پاک ہستی کی عزت اور عظمت کے تحفظ میں ایک مسلمان حکومت خصوصاً وزیر داخلہ نے جس مجرمانہ غفلت کا ارتکاب کیا ہے وہ قابل معافی نہیں ہے۔ اس پر ان کا مواخذہ ہونا چاہیے۔ حقیقت میں عدالت عظمیٰ یعنی سپریم کورٹ کو اس پر ازخود نوٹس لینا چاہیے تھا اور مجرموں

کو قرار واقعی سزا دی جاتی۔ افسوس صد افسوس کہ جب سے 295/c آئین کا حصہ بنا ہے اس کے تحت کچھ شاتمان رسول کو سزائے موت سنائی تو گئی لیکن اس سزا پر کبھی عمل درآمد نہیں ہوا۔ بدبخت آسیہ جو توہین رسالت کے جرم کے ارتکاب کا اعتراف بھی کر چکی ہے۔ اسے سزائے موت سنادی گئی ہے لیکن عمل درآمد نہیں ہوا۔ اس سے شاتمان رسول کی حوصلہ افزائی ہوئی۔

اسلام آباد ہائی کورٹ کے جج شوکت عزیز صدیقی نے توہین آمیز مواد کو فوری طور پر ہٹانے کا حکم جاری کیا اور یہ بھی کہا کہ مجرم سزا سے بچ نہیں سکیں گے۔ حکومت کا موقف تھا کہ ایسے بلاگرز کو ڈھونڈنا بہت ہی مشکل کام ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ان مجرموں کو ڈھونڈنا مشکل ضرور ہے ناممکن نہیں ہے۔ اس کے لیے عزم اور will کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ﷺ سے حقیقی محبت کا جذبہ کارفرما ہوگا تو یہ کچھ مشکل نہیں۔ ہم قارئین کی سہولت کے لیے بلاگرز کی نشاندہی کرنے کا طریقہ نقل کر دیتے ہیں۔

How to Trace an IP Address (to identify a blogger) Cyber criminals are becoming a major threat to computer users throughout the world. Recently, anonymous 'bloggers' have emerged who are using their website pages (blogs) to post and disseminate blasphemous material on the internet. Many of these criminals are very bold because they believe that they can hide behind the cloak of anonymity on the Internet.

Fortunately, computer website administrators, bloggers and users are not untraceable. You can identify them and help the authorities make a case against cyber criminals if you follow a few measures.

How to Trace an IP Address

Here are a few basic guidelines to help you trace criminal internet bloggers. Keep in mind that many sophisticated bloggers will be more cautious about tracing their steps. Many of them use proxies or dark web sites such as Tor. They can still be traced, but doing so may be a bit more difficult. These guidelines may help you identify some criminal blogger, but you may need the assistance of an expert to catch many in real life. In fact, this is only a very simple method to do so, however, the authorities have extremely sophisticated tools at their disposal to identify and trace these criminal bloggers.

How to Trace a Blogger

You will need to identify the IP address first. There are a variety of Linux commands and tools that can tell you what the IP address is of any computer that is trying to make a connection. You can find the IP address of anyone on your hosting logs, Google Analytics or another analytics tool. You may also do a simple analysis of the 'cookies' to get some information regarding its origin. You can try to use a tool such as NetStat to identify the IP addresses of anyone when you contact the computer of someone else.

(What to do with the information:) Once you have an IP address you can find out where the connection is coming from. Keep in mind that these simpler tools won't be able to tell you exactly where they are, but can give you a reasonable idea what city they are in and what hosting provider they are using.

You can use the traceart command to find the hostname of the IP addressof that blogger. You can also put the IP address on the trace-route tool on the Princeton website. Another alternative is to use the GEOIPTool to get a rough idea where the criminal blogger is located.

REPORTING TO THE AUTHORITIES FOR ACTION

The information available and collected so far can be sent for criminal proceeding and further action to: National Response Centre for Cyber Crime (NR3C) - FIA

Address: 2nd Floor, National Police Foundation Building, Mauve Area, Sector G-10/4, Islamabad, Pakistan.

Helpline: +92 336 6006 060

Phone: +92 51 9106 384

Email: Helpdesk@Nr3c.Gov.Pk

اللہ رب العزت خود نبی اکرم ﷺ پر درود و سلام بھیجتا ہے، فرشتے بھیجتے ہیں، ہمیں حکم ہے کہ اس پاک ہستی پر درود بھیجو۔ اس پر اجر عظیم کا وعدہ ہے۔ رسول ﷺ کی اطاعت کو اللہ کی اطاعت قرار دیا گیا۔ اُس دور کے لوگوں کو روکا گیا کہ آپ ﷺ کو اس طرح مت پکارا کرو جس طرح ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔ آپ ﷺ کے ادب کے حوالہ سے معمولی سی غفلت برتنے پر زندگی بھر کے اعمال حبط ہو جانے کی وعید سنائی گئی۔ ایسی عظیم ہستی کا کوئی شاتم اگر تائب نہیں ہوتا یا اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول نہیں کرتا تو اس کا ٹھکانہ تو جہنم میں ایسا ہوگا کہ دوسرے جہنمی بھی شاید پناہ مانگیں گے لیکن ہمارے لیے اصل سوال یہ ہے کہ ہم تماشائیوں کا کیا بنے گا؟ یاد رکھیئے! جب تک پاکستان میں باطل نظام مسلط رہتا ہے اور جب تک اسلام کا نظام عدل اجتماعی نافذ نہیں ہوتا اللہ اور رسول ﷺ کے دشمن یہ کچھ کرتے رہیں گے اور ہم بے بسی کی تصویر بنے یہ تماشا دیکھتے رہنے پر مجبور ہوں گے۔

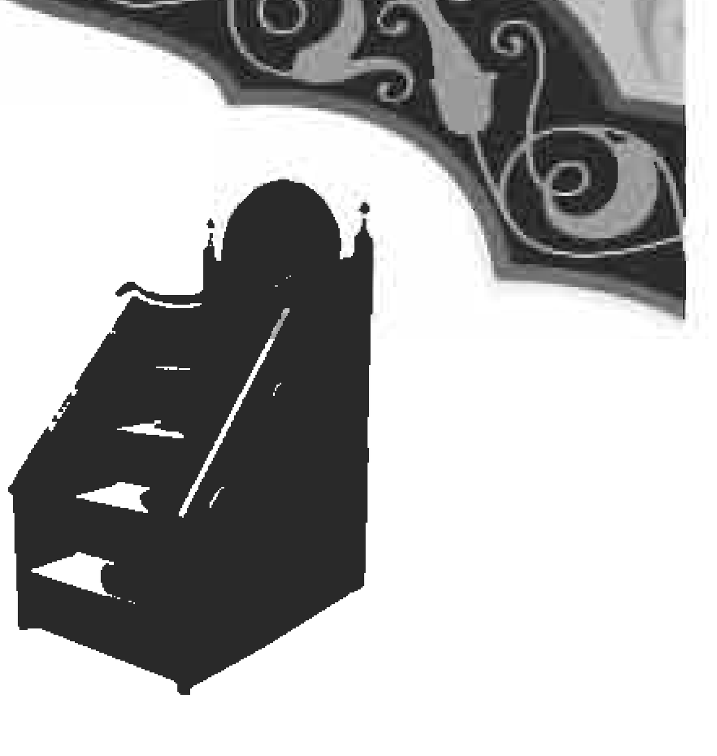

خلافت کی تنسیخ

3 مارچ کی مناسبت سے خصوصی مطالعہ

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے 03 مارچ 2017ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

مرتب: ابو ابراهیم

حضرات محترم! قرآن مجید کا سلسلہ وار مطالعہ ان شاء اللہ جاری رہے گا۔ آج چونکہ 3 مارچ ہے اور یہ دن اُمت مسلمہ کی تاریخ میں اس نہایت بھیانک، المناک اور سنگین دن کی یاد دلاتا ہے جب دنیا میں مسلمانوں کا واحد نمائندہ عالمی ادارہ (خلافت) ختم کر دیا گیا اور نتیجہ میں مسلمان طاغوتی واستحصالی سرمایہ دارانہ نظام کے تسلط میں آ گئے۔ اس لیے آج خصوصی طور پر ہمارے مطالعے کا موضوع خلافت ہے۔

چاک کر دی ترکِ ناداں نے خلافت کی قبا
سادگی مسلم کی دیکھ' اوروں کی عیاری بھی دیکھ

خلافت ہے کیا؟ نبی اکرم ﷺ کی 23 سالہ
جدو جہد کے نتیجے میں جو نظام قائم ہوا اسی کو نظام خلافت کا عنوان ملا۔ آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کے تربیت یافتہ لوگ ہی تھے جنہوں نے اس نظام کو باقاعدہ آگے بڑھایا اور یہ نظام خلافتِ راشدہ کہلایا۔ یہ عنوان خود اللہ کے رسول ﷺ نے دیا۔ احادیث میں پانچ مسلم ادوار کا ذکر کرتے ہوئے حضور ﷺ نے فرمایا کہ دور نبوت کے بعد خلافت راشدہ کا دور ہے۔ خلافت کا یہی وہ اصل دور ہے جسے خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کہا جاتا ہے۔ یعنی جو نظام اللہ کے رسول ﷺ اُمت کو دے کر گئے تھے وہ حقیقی اور خالص ترین شکل میں خلافت راشدہ میں قائم ہوا۔

خلافت راشدہ کا 30 سالہ دور ایک آئیڈیل
دور تھا مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ خلافت راشدہ کے بعد خلافت کا نظام ایک دم زمین بوس ہو گیا تھا۔ نہیں۔ بلکہ اس کے اثرات تادیر باقی رہے۔ یہ اتنا بودا نظام نہیں تھا جو نبی اکرم ﷺ نے بنایا تھا۔ صرف اوپر کی سطح پر کچھ تبدیلی آئی تھی کہ خلیفہ کے تقرر کا وہ طریقہ کار بدل گیا تھا جو حضور نبی اکرم ﷺ اور خلفائے راشدین چھوڑ کر گئے تھے لیکن باقی سارا نظام تقریباً وہی رہا جو دور خلافت راشدہ میں تھا۔

یہاں ایک اصولی بات ذہن نشین رہے کہ
اکثر لوگ خلافت راشدہ کے بعد کے دور کو ملوکیت کا نام دیتے ہیں جبکہ ملوکیت حقیقی معنوں میں تو وہ ہے جس میں سارے کا سارا اختیار بادشاہ کے پاس ہو، وہ جب چاہے اور جس طرح کا چاہے قانون بنا لے۔ جب چاہے اور جس قدر چاہے عوام پر ٹیکس لگا دے۔ چاہے تو صبح کوئی قانون بنائے اور شام کو اسے ختم کر کے دوسرا بنا لے۔ عوام کو اس کا حق دے تو اس کا احسان ورنہ کوئی اسے پوچھنے والا نہ ہو۔ سارے حقوق اس کے اور اس کے خاندان کے ہوں۔ باقی عوام کا کام محنت کرنا اور بادشاہ کو لگان اور خراج دینا ہو۔ عدل وانصاف بھی بادشاہ کی صوابدید پر ہی ہو۔ چاہے تو بڑے سے بڑے مجرم کو معاف کر دے اور چاہے تو بے گناہ کو سولی چڑھا دے۔ یعنی ملوکیت میں ٹوٹل اختیار بادشاہ کے پاس ہوتا ہے۔ چنانچہ ساری دنیا میں آپ ﷺ سے پہلے یہی نظام چل رہا تھا۔ آپ ﷺ نے آ کر اس کو بدلا۔

آپ ﷺ نے جو نظام دیا اس کے مطابق
سارے کا سارا اختیار صرف اللہ کا ہے۔ سارے کا سارا قانون اللہ کا بنایا ہوا ہے جس میں کسی ردو بدل کا کسی کو بھی اختیار نہیں۔ خلیفہ اللہ کی مخلوق کے معاملے میں روز قیامت اللہ کے سامنے جوابدہ ہوگا۔ یہ نظام اپنی خالص ترین شکل میں دور خلافت راشدہ تک قائم رہا ہے۔ پھر اوپر کی سطح پر کچھ تبدیلی آ گئی کہ خلیفہ کا تقرر منہج نبوی ﷺ کے برعکس محض خلیفہ کی مرضی سے ہونے لگا لیکن نیچے کا سارا ڈھانچہ وہی رہا۔ یعنی قانون صرف قرآن وسنت کی شکل میں تھا جس میں کسی ترمیم کی نہ تو گنجائش ہے اور نہ کسی کو اختیار۔ عدالتی نظام وہی رہا جس میں قاضی شریعت کے مطابق فیصلے کرتے تھے۔ زکوٰۃ وعشر کا نظام وہی رہا جو شریعت کے مطابق تھا۔ یعنی قانون سارے کا سارا اللہ ہی کا چلتا تھا۔ اگر کسی خلیفہ نے اللہ کے قانون کے مقابلے میں اپنی بات منوانے کی کوشش کی تو عدالتوں نے اس کے خلاف فیصلے دیے۔ قاضی کو چاہے مار پڑے یا جیل جانا پڑے مگر وہ حاکم وقت کے سامنے اللہ کے قانون یعنی شریعت کی خاطر ڈٹ جاتے تھے۔

گویا اوپر کی سطح پر ملوکیت کے آثار آ گئے تھے
لیکن نیچے کا پورا سٹرکچر وہی تھا جو نبی اکرم ﷺ نے بنایا تھا۔ یہ نہیں تھا کہ نظام خلافت کی پوری عمارت ہی زمین بوس ہو گئی ہو۔ اگرچہ اوپر کی سطح پر آنے والے تنزل کے اثرات آہستہ آہستہ نیچے بھی منتقل ہو رہے تھے لیکن اس کے باوجود یہ حضور ﷺ کے بنائے ہوئے نظام کی برکات تھیں کہ مسلمان اس نظام کی بدولت تقریباً آٹھ سو سال تک دنیا پر غالب رہے اور تیرا سو سال تک خلافت کا ادارہ دنیا میں قائم رہا جو کہ ایک بہت بڑی سازش کے بعد بالآخر 03 مارچ 1924ء کو ختم کر دیا گیا۔

یہ سارا پلان یہودی ساہوکاروں کا تھا جنہوں
نے بڑی عیاری کے ساتھ جس طرح یورپی اقوام پر اپنا سرمایہ دارانہ تسلط قائم کیا اسی طرح نظام خلافت کو بھی ختم کرنے کے لیے انہوں نے پورا پلان بنایا اور سازشوں کے طویل دور کے بعد وہ کامیاب ہو گئے۔ بے شک اس عظیم سانحہ کی وجہ اپنوں کی سادگی بھی ہے اور غیروں کی عیاری بھی۔

اس کے بعد جو کچھ ہوا، نو آبادیاتی دور آیا،

مغربی استعمار اپنی سفاکی کی انتہا کو پہنچا لیکن نظام خلافت کی تمام خوبیوں کے باوجود خلافت کو خوب بدنام کیا گیا۔ ایسا کیوں تھا ؟اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے ملکہ سبا کی زبان سے اس طرح کہلوایا ہے۔

﴿قَالَتۡ اِنَّ الۡمُلُوۡكَ اِذَا دَخَلُوۡا قَرۡيَةً اَفۡسَدُوۡهَا وَجَعَلُوۡۤا اَعِزَّةَ اَهۡلِهَاۤ اَذِلَّةً‌ ۚ وَكَذٰلِكَ يَفۡعَلُوۡنَ ۝۳۴﴾ (النمل) ’’اُس نے کہا کہ بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اس میں فساد برپا کردیتے ہیں اور اس کے معزز لوگوں کو ذلیل کردیتے ہیں اور وہ ایسے ہی کرتے ہیں۔‘‘

مغربی استعمار نے بھی یہی کیا ، نوآبادیات میں اپنے تمام تر ظلم و استحصال ، جبر و غلامی ، سفاکیوں اور خونریزیوں کے ساتھ ساتھ نظام خلافت کو بھی بدنام کرنے کے لیے ہر نیا حربہ آزمایا۔ نتیجہ میں آج ہمارے ہاں لوگوں کا تصورِ خلافت ہی بگڑا ہوا ہے ۔ہمیں پتہ ہی نہیں کہ خلافت اصل میں ہے کیا شے ؟ خلیفہ کس کو کہتے ہیں ؟ خلافت کتنے بڑی نعمت ہے؟ کسی کو کوئی علم نہیں۔

چنانچہ آج ضرورت اس بات کی ہے کہ رحمۃ للعالمین ﷺ کے لائے ہوئے نظام کے متعلق لوگوں میں شعور کو دوبارہ اُجاگر کیا جائے۔ لفظ خلافت کی اصطلاح دراصل قرآن نے ہی استعمال کی ہے۔ قرآن مجید کے شروع میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

﴿وَاِذۡ قَالَ رَبُّكَ لِلۡمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىۡ جَاعِلٌ فِى الۡاَرۡضِ خَلِيۡفَةً ؕ﴾ (البقرہ:30) ’’اور یاد کرو جب کہ کہا تھا تمہارے ربّ نے فرشتوں سے کہ میں بنانے والا ہوں زمین میں ایک خلیفہ۔‘‘

اب خلیفہ سے کیا مراد ہے؟ اس کے دو مفہوم ہیں ۔ خلف کہتے ہیں پیچھے آنے والا۔ یعنی ایک کے بعد دوسرا جو آئے گا۔ خلف الرشید کی اصطلاح ہمارے ہاں بھی مستعمل ہے ۔ جبکہ بعض لوگوں کی رائے یہ ہے کہ زمین کا چارج پہلے جنات کے پاس تھا۔ جب حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا تو اس دن اللہ نے فیصلہ کیا کہ اب زمین کا چارج جنات سے لے کر آدم کو دیا جائے گا۔ گویا اس لحاظ سے خلیفہ کا مطلب ہوا بعد میں آنے والا۔

خلیفہ کا دوسرا مفہوم ہے نائب اور نائب کا تصور یہ ہوتا ہے کہ وہ کسی ہستی کو Represent کر رہا ہوتا ہے۔ جیسے انگریزوں نے جب برصغیر پر قبضہ جمالیا تو یہاں ان کا ایک وائسرائے مقرر ہوا۔ جس کی حیثیت یہاں ملکہ برطانیہ کے نمائندے کی تھی ۔ وہ خود اپنی مرضی نہیں چلا سکتا تھا۔ سارا قانون ملکہ وکٹوریہ کا تھا ، پالیسیاں وہاں سے بن کر آتی تھیں ، احکام وہاں سے آتے تھے ۔ بالفرض اگر وائسرائے ملکہ وکٹوریہ کے احکام نہ مانتا ، اس کے بنائے ہوئے قوانین سے انحراف کر کے اپنی من مانی کرتا تو لازماً وہ باغی شمار ہوتا اور ملکہ وکٹوریہ کے لیے پہلی ترجیح اس بغاوت کو کچلنا ہوتا۔

بالکل یہی مثال ہے زمین پر انسان کی نیابت کی بھی ہے ۔ یہ زمین اللہ کی ملکیت ہے اور اللہ رب کائنات ہے۔ اس نے انسان کو زمین پر خلیفہ یعنی اپنا نائب بنایا ہے اور اپنے اس نائب کو ہدایت اور قانون بھی دے دیا ہے۔ جو کہ مکمل اور جامع ہے:

﴿اَلۡيَوۡمَ اَكۡمَلۡتُ لَـكُمۡ دِيۡنَكُمۡ﴾ (المائدہ:3) ’’آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو کامل کر دیا ہے‘‘

یہ آیت حجۃ الوداع کے موقع پر نازل ہوئی جب آپ ﷺ کا مشن پورا ہو گیا اور دین ہر اعتبار سے مکمل ہو گیا۔ معاشی نظام کیا ہوگا ، معاشرتی اور سیاسی نظام کیا ہوگا ، عدالتی نظام کیا ہوگا ، سماجی نظام کیا ہوگا ، کون سے نارمز ہیں جن کو پھیلانا ہے اور کون سے منکرات ہیں جن کی بیخ کنی کی جائے گی ۔ یہ سب ہدایات آخری نبی حضرت محمد ﷺ پر آکر مکمل ہو گئیں اور اب قیامت تک کے لیے ایک جامع پروگرام حضرت انسان کو سونپ دیا گیا ہے۔ لہٰذا اب انسان

پریس ریلیز 10 مارچ 2017ء

کلمہ طیبہ کی بنیاد پر معرض وجود میں آنے والے ملک میں توہین رسالت کا ارتکاب انتہائی شرمناک ہے

ہم اسلام آباد ہائی کورٹ کے چیف جسٹس شوکت عزیز صدیقی کے سوشل میڈیا پر گستاخانہ مواد کے حوالے سے ریمارکس اور اقدامات پر خراج تحسین پیش کرتے ہیں

حافظ عاکف سعید

کلمہ طیبہ کی بنیاد پر معرض وجود میں آنے والے ملک میں توہین رسالت کا ارتکاب انتہائی شرمناک ہے ۔ یہ بات امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے ایک بیان میں کہی ۔ انہوں نے کہا کہ وہ ریاست جسے مملکت خداداد کہا جاتا ہے اس میں انٹرنیٹ بلاگز پر اللہ ، رسول ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی توہین کا مواد کئی ماہ سے موجود تھا لیکن حکومت اور مختلف حکومتی ادارے مجرمانہ غفلت کا مظاہرہ کرتے رہے اور کوئی نوٹس نہ لیا گیا۔ اس صورت میں ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ عدالت عظمیٰ ازخود نوٹس لیتی ۔ بہرحال اسلام آباد ہائی کورٹ میں ایک شہری کی اپیل پر جسٹس شوکت عزیز صدیقی نے فوری نوٹس لیا اور حکومت کو سخت پیغام دیا کہ وہ فوری طور پر ان پیجز کو بلاک کرے ۔ معزز جج نے توہین رسالت کو دہشت گردی قرار دیتے ہوئے متعلقہ اداروں کو سختی سے ایکشن لینے کا حکم دیا۔ انہوں نے خفیہ اداروں کی مدد حاصل کرنے کا کہا اور واضح کیا کہ بحیثیت مسلمان یہ ہمارے ایمان پر حملہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ جسٹس شوکت عزیز صدیقی نے مومنانہ کردار ادا کیا ہے جس پر ہم انہیں خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔ انہوں نے فاضل جج کے ان ریمارکس کی تحسین کی کہ الیکٹرانک میڈیا پر فحاشی کا طوفان برپا ہے اور مصنوعات کی فروخت کی آڑ میں قوم کی عزت بیچی جا رہی ہے ۔ امیر تنظیم اسلامی نے مطالبہ کیا کہ PTA اور ایف آئی اے کا سائبر کرائم یونٹ اس جرم کے حوالے سے فوری تحقیقات کر کے مجرموں تک پہنچنے میں مدد دیں۔ تاکہ انہیں قرار واقعی سزا دی جا سکے ۔ علاوہ ازیں یہ ازحد ضروری ہے کہ اس کی مستقل مانیٹرنگ کی جائے تاکہ آئندہ ایسا اندوہناک واقعہ پیش نہ آئے ۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشرواشاعت، تنظیم اسلامی)

بحیثیت نائب مکلف ہے کہ وہ اللہ کے قانون کو اللہ کی اس دھرتی پر نافذ کرے۔ یعنی انسان بذاتِ خود حاکم نہیں ہے بلکہ حاکمِ کائنات کا خلیفہ یعنی نائب ہے۔ وہ اپنی مرضی اور اپنا قانون نہیں چلا سکتا۔ بلکہ وہی قانون نافذ کرے گا جو اسے اللہ نے دیا ہے۔ یہ ہے تصور خلافت۔

جبکہ اس کے برعکس جمہوریت ہو یا بادشاہت دونوں اپنی اصل کے اعتبار سے کفر وشرک ہیں۔ اس لیے کہ جمہوریت میں بھی یہی کہا جاتا ہے کہ اللہ کے قانون کو ہم نہیں مانتے، کیا حلال ہے، کیا حرام ہے، کیا جائز ہے اور کیا ناجائز ہے اس کا فیصلہ ہم خود کریں گے۔ ہمارے نمائندوں کی اکثریت جو کہے گی وہ قانون بن جائے گا۔ اسی طرح بادشاہت میں بھی قانون بنانے کا اختیار صرف بادشاہ کے پاس ہوتا ہے۔ ہزاروں سال تک ساری دنیا میں بادشاہت رہی۔ کوئی اور نظام تھا ہی نہیں پھر جب لوگ باشعور ہوگئے تو اسی بادشاہت نے جمہوریت کا لبادہ اوڑھ لیا۔

ہم نے خود شاہی کو پہنایا ہے جمہوری لباس
جب ذرا آدم ہوا ہے خود شناس و خودنگر

پہلے ایک شخص حاکم بن جاتا تھا۔ اب جمہور کے نمائندے حاکم ہیں۔ نوعیت کا کوئی فرق نہیں ہے۔ اللہ کی حاکمیت کا وہ بھی انکار تھا یہ بھی انکار ہے۔ جبکہ خلافت کا مطلب یہ ہے کہ حاکمیت انسان کی نہیں بلکہ صرف اللہ کی ہے۔ انسان زمین پر اللہ کا نمائندہ ہے۔ اس کا کام اللہ کے دیے ہوئے نظام کو اس کی زمین پر قائم کرنا ہے۔ یہ نظام اپنی آئیڈیل شکل میں دورِ خلافت راشدہ میں قائم تھا۔ اس کے بعد بنواُمیہ کا دورِ خلافت آیا۔ پھر خلافت بنو عباس کا دور آیا اور آخری دور عثمانی خلافت کا تھا۔ دورِ خلافت راشدہ میں اسلامی نظام کی حدود نوے لاکھ مربع کلومیٹر پر محیط تھیں۔ اس دور میں ایران، عراق، شام، شمالی افریقہ سمیت بہت سے علاقے فتح ہوئے۔ کیوں؟ اس لیے کہ مسلمانوں کی کوئی ذاتی غرض نہیں تھی بلکہ وہ کہتے تھے کہ یہ زمین اللہ کی ہے اور ہم اُس پر اللہ کے نمائندے ہیں، اللہ کا دیا ہوا پورا نظام ہمارے پاس اس کی امانت ہے جسے ہم نے اللہ کی زمین پر قائم کرنا ہے کیونکہ یہ اللہ کے ساتھ ہماری وفاداری کا تقاضا ہے۔ ہمارا تم سے اور کوئی جھگڑا نہیں ہے۔ ہم تمہیں اسلام کی دعوت دیتے ہیں، تمہاری مرضی ہے اسلام قبول کرو یا نہ کرو، زبردستی کسی کو مسلمان کرنا اسلام کا اصول نہیں۔ البتہ رب کی دھرتی پر رب کا نظام قائم کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔ اب اس دھرتی پر صرف رب کا سچا اور عادل نظام چلے گا۔ اگر تم نہیں مانتے تو پھر فیصلہ تلوار کرے گی کہ دھرتی پر رب کا قانون چلے گا یا تمہارا۔ چنانچہ مسلمان دورِ خلافت راشدہ میں دو سپر پاورز سے نبرد آزما ہوئے۔ پرشین ایمپائر مکمل اور رومن ایمپائر کا 3/4 حصہ اللہ کے قانون کی عملداری میں آگیا۔

ان مفتوحہ علاقوں میں لوگوں نے اب تک صرف بادشاہ کا قانون ہی دیکھا تھا، جس میں عوام کو کوئی حقوق حاصل نہیں تھے، تمام مراعات اور حقوق شاہی خاندان کے پاس ہوتے تھے۔ اب جب لوگوں نے اللہ کا دیا ہوا عدل وقسط پر مبنی فطری نظام دیکھا تو ان کی آنکھیں کھل گئیں۔ انہیں پہلی دفعہ معلوم ہوا تھا کہ عوام کے بھی حقوق ہوتے ہیں۔ جب انہوں نے دیکھا کہ عدل و انصاف اس درجے کا ہے کہ عدالت میں ایک غیر مسلم شہری اور خلیفۂ وقت برابر بٹھائے جاتے ہیں اور دونوں کے لیے قانون برابر ہے۔ پھر پوری ریاست کے شہری چاہے وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم ان کی سب بنیادی ضروریات پوری کرنا ریاست کی ذمہ داری ہے۔ ہر غیر مسلم کی بھی جان، مال، عزت، آبرو اسی طرح محترم ہے جیسے ایک مسلمان کی۔ اسلام لانے میں کسی پر کوئی زبردستی نہیں ہے بلکہ غیر مسلموں کو اجازت ہے کہ جو تم نے کرنا ہے اپنے گھروں میں کرو، بتوں کو پوجنا ہے تو اپنے مندروں میں پوجو، ہم تمہاری عبادگاہوں کی حفاظت کریں گے۔ ہاں! البتہ یہاں شراب فروخت نہیں ہوسکتی، بے حیائی اور فحاشی کے کام تم نہیں کرسکتے کیونکہ یہ اللہ کا قانون ہے اور یہ قانون معاشرے پر عدل وانصاف کے لیے قائم کرنا ضروری ہے۔ بہرحال عدل وانصاف پر مبنی یہ نظام جب لوگوں نے دیکھا تو کروڑوں لوگ چند سالوں میں مسلمان ہوگئے۔

میں دعوے سے کہتا ہوں کہ اس وقت تو مسلمان جہاد و قتال ہی میں لگے ہوئے تھے، کوئی تبلیغی جماعتیں وہاں بھیجنے کا موقع نہیں تھا۔ سب سے بڑی تبلیغ یہ تھی کہ اللہ کا دین یعنی نظام خلافت قائم ہوگیا تھا اور اس کی برکات کو دیکھ کر کوئی مسلمان ہوئے بغیر رہ ہی نہیں سکتا تھا۔ چنانچہ یہ نظام خلافت بنو اُمیہ میں بھی آگے بڑھا ہے۔ اسلامی ریاست کی حدود اور پھیلی ہیں۔ اگرچہ بنو اُمیہ کا نظام خلافت آئیڈیل تو نہیں تھا کیونکہ اوپر کی سطح پر خرابی آگئی تھی لیکن نیچے کا سارا نظام وہی تھا۔ یہی وجہ ہے کہ خلافت بنو اُمیہ کے دور (91 سال) میں اسلام ڈیڑھ کروڑ مربع کلومیٹر تک پھیل گیا۔ اس کے بعد بنوعباس کا دورِ خلافت 5 سو سال پر محیط ہے لیکن جیسا کہ اقبال نے کہا۔

میں تجھ کو بتاتا ہوں تقدیرِ اُمم کیا ہے
شمشیر و سناں اوّل طاؤس و رباب آخر!

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ زوال آنا شروع ہوگیا۔ لیکن یورپی مورخین بھی مانتے ہیں کہ خلافت راشدہ کے بعد بہترین دور بنو اُمیہ کا تھا۔ حضور ﷺ کی احادیث سے بھی یہ بات نظر آئی ہے: ((خَيْرُ أُمَّتِي قَرْنِي ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ)) ’’میری اُمت کا سب سے بہترین زمانہ میرا ہے، پھر ان کا جو میرے بعد آئیں گے، پھر ان کے بعد والوں کا‘‘ (متفق علیہ)

اس لحاظ سے خلافت راشدہ کے بعد بہترین دور بنو اُمیہ کا دورِ خلافت تھا اور اس دور میں بھی اسلام کی بہت توسیع ہوئی اور اسلام بہت مضبوط قوت بنا ہے۔ اسی دور میں محمد بن قاسمؒ ایک عورت کی پکار پر یہاں آئے اور پوری دنیا کو بتایا ہے کہ کسی مسلمان عورت کو میلی نگاہ سے دیکھنا بھی کتنا بڑا جرم ہے۔ اسی طرح سپین میں بھی اسی دور میں مسلمان فاتح کی حیثیت سے گئے اور انہوں نے ثابت کیا کہ مسلمان سپریم پاور آف دی آرتھ ہیں۔

آج پوری دنیا میں ہم پونے دو ارب ہیں لیکن دشمن آنحضور ﷺ کے خاکے بنا رہا ہے اور ہم کچھ کر نہیں پا رہے۔ قرآن مجید کے ساتھ جو کچھ کیا گیا' زبان پر لاتے ہوئے زبان کانپتی ہے مگر ہم کچھ نہیں کرسکے۔ سوائے اس کے کہ ان کے خلاف دھواں دھار تقریریں کرلیں اور کچھ توڑ پھوڑ کردی اور اس کے بعد پھر بیٹھ کر انتظار کر رہے ہیں اب دوبارہ کب ہوگا۔ بہرحال اللہ کی مدد ہمارے ساتھ نہیں ہے اور اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ 3 مارچ 1924ء میں خلافت کی تنسیخ ہوئی اور اس کے بعد سے آج تک خلافت کا نام لینا بھی ہمارے لیے جرم بنا دیا گیا ہے۔ جبکہ عالمی طاقتیں بھی یہی چاہتی ہیں کہ مسلمان خلافت کا نام نہ لیں۔ آپ کو یاد ہوگا جب امریکہ نے افغانستان پر حملہ کیا تھا تو بش نے کہا تھا کہ القاعدہ والے فارایسٹ سے لے کر موریطانیہ تک نظام خلافت قائم کرنا چاہتے ہیں، ان کی یہ مجال؟ جبکہ اب صرف امریکہ کا حکم چلے گا، نیو ورلڈ آرڈر نافذ ہوگا لہٰذا اب کسی مذہب کا کوئی دخل نہیں ہوگا۔ چنانچہ یہ وہ حقیقت ہے جہاں آج ہم کھڑے ہیں۔ لہٰذا ضروری ہے کہ یہ دن منا کر کم از کم ہم یاد کرلیں کہ وہ وقت بھی ہم پر گزرا تھا۔

کبھی اے نوجواں مسلم! تدبر بھی کیا تو نے؟
وہ کیا گردوں تھا' تو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تارہ؟

نبی اکرم ﷺ کی دی ہوئی خبر بالکل سچی ہے اور قرآن مجید کی بھی بہت سی آیات ایسی ہیں جن میں اشارہ ملتا ہے کہ قیامت سے قبل کل روئے ارضی پر نظام خلافت قائم ہوکر رہے گا۔ ان شاء اللہ۔ اسی مضمون کا مزید مطالعہ ان شاء اللہ آئندہ جمعہ کو کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح پیغام کو سننے اور دوسروں تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ☆☆☆

کلامِ اقبال سے ایک سچے مسلمان کے دلی جذبوں کی صحیح عکاسی ہوتی ہے۔ ہمارے پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ایک فرمان کے مطابق کوئی شخص سچا مسلمان نہیں ہوسکتا جب تک آپ (محمد مصطفیٰ ﷺ) اُسے اپنے والدین اولاد اور تمام انسانوں سے عزیز تر نہ ہوجائیں بلکہ اپنی جان سے بھی عزیز نہ ہوجائیں۔

زیر مطالعہ اشعار علامہ اقبال علیہ الرحمۃ کی ایک خاص کیفیت میں لکھی گئی آپ بیتی کے رنگ میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے ایک عرضداشت ہے جو قارئین کرام کے لیے بھی ایک پیغام لیے ہوئے ہے۔ ان اشعار کو پڑھتے اور گنگناتے ہوئے ایسے محسوس ہوتا ہے کہ یہ کیفیات خود میری اپنی کیفیات ہیں۔ ان اشعار میں جس والہانہ انداز میں علامہ اقبال نے ایک بے کس سائل بن کر اپنی کیفیات بیان کی ہیں وہ اپنی جگہ قابل تقلید ہے۔ علاوہ ازیں علامہ اقبال نے اپنے کلام میں قرآن مجید سے تمسک، دین کی صحیح تعبیر اور مسلمانانِ ہند کے مسائل کی صحیح تشخیص کے ساتھ اصل علاج کی طرف اشارات کیے ہیں۔ علامہ نے اِس سوئی ہوئی غلام قوم کو شاندار مستقبل کی نوید اُس کے شاندار ماضی کے آئینہ میں دکھائی ہے۔ بالفاظ دیگر آج کل مسلمان بھی اگر ماضی کے مسلمان کی پیروی کرے گا تو شاندار مستقبل اُس کا مقدر ہوگا اس کا انہیں یقین کامل تھا۔ بصورت دیگر علامہ نے پنے لیے دل ہلا دینے والی بددعائیں تجویز کردی ہیں جو ان کے خلوص کا بیّن ثبوت ہیں۔ آخری اشعار میں مدینۃ النبی ﷺ میں آخری وقت آنے اور وہیں مدفون ہونے کی خواہش بھی ایک خاصّے کی چیز ہے۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ تم میں جو کوئی مدینے میں موت آنے کا خواہش مند ہو وہ ضرور اس کے لیے تگ و دو کرے۔ امید ہے کہ قارئین کرام اسی پس منظر اور انھیں جذبات کے ساتھ ان اشعار کو پڑھیں اور سمجھیں گے تا کہ اُمت مسلمہ کی بہتری کے لیے زیادہ سے زیادہ جان و مال لگا سکیں گے۔

1 عرضِ حال مصنّف بحضور رحمۃ للعالمین ﷺ

رحمۃ للعالمین ﷺ کی بارگاہ میں مصنف کا عرضِ حال

1 اے ظہورِ تو ﷺ شبابِ زندگی — جلوہ ات ﷺ تعبیرِ خوابِ زندگی

(اے رحمۃ للعالمین ﷺ) آپ کی تشریف آوری سے زندگی میں شباب (کا سا سرور) ہے — آپ کا سامنے آنا خوابِ زندگی کی (سچی) تعبیر ہے

2 اے زمیں از بارگاہت ارجمند — آسماں از بوسۂ بامت بلند

(اے رحمۃ للعالمین ﷺ) آپ کی بارگاہ ہونے کی وجہ سے یہ زمین عزت والی ہے — اور آسمان آپ کے بلند مقام کی وجہ سے 'بلند' ہے

3 شش جہات روشن ز تابِ روئے تو — ترک و تاجیک و عرب ہندوئے تو

تمام اطراف آپ ﷺ کے چہرہ کے نور سے روشن ہوئے — ترک، تاجک اور عرب سب آپ کے غلام ہیں

4 از تو بالا پایۂ ایں کائنات — فقر تو سرمایۂ ایں کائنات

(اے رحمۃ للعالمین ﷺ) آپ کی بدولت اس کائنات کا رُتبہ بلند ہے — آپ کا فقر (سادہ طرزِ زندگی ہی) اِس کائنات کا سرمایہ ہے

1۔ ہمارے پیغمبر حضرت محمد ﷺ صرف ہمارے لیے نہیں بلکہ تمام عالمین کے لیے رحمت بن کر آئے اور آپ کی تعلیمات ہی حقیقتاً انسان دوست، ماحول دوست اور علم دوست ہیں۔ آپ ﷺ کے تشریف لانے سے انسانیت علمی، فکری اور عقلی لحاظ سے عہدِ طفولیت سے نکل کر 'عہدِ شباب' میں آ گئی ہے اور انسانی فطرت میں پوشیدہ تمام ممکنات کے خواب کی گویا کہ آپ کے آنے سے تعبیر سامنے آ گئی ہے۔

2۔ اے رحمۃ للعالمین ﷺ۔ یہ کرۂ ارضی آپ ﷺ کے وجودِ مسعود سے ہی عزت حاصل کر گیا ہے۔ روئے ارضی پر آپ کا وقت گزارنا زمین اور اہل زمین کا اعزاز ہے اور آسمان آپ کے بلند مرتبے کی وجہ سے اتنا بلند نظر آتا ہے۔

3۔ (اے رحمۃ للعالمین ﷺ) ہر چہار طرف تحت الثریٰ سے کہکشاؤں کی بلندیوں تک سب کچھ آپ ﷺ کے چہرہ مبارک کے نور سے روشن ہوگیا ہے اور آپ کی تعلیمات ہی کی وجہ سے آج کا انسان پہلے ہوائی، پھر خلائی سفر، چاند پر اُترنا اور اب خلائی تسخیر کے سفر پر گامزن ہے۔ آپ ﷺ ہی سے روشنی حاصل کر کے 656ھ تک عربوں نے، پھر اگلے پانچ سو سال ترک و تاجیک مسلمانوں نے دنیا کو علم و عمل اور جہانگیری و جہانبانی کے راز بتائے ہیں۔ یہ سب آپ کے ارادت مند اور غلام ہی تھے۔

4۔ اے رحمۃ للعالمین ﷺ! آپ کی تشریف آوری سے اس کائنات یعنی از فرش تا عرش تمام عالم بلند مرتبہ ہوگئے ہیں، کہکشاؤں کی وسعت، کائنات کی رنگا رنگی، روئے ارضی پر پہاڑوں، دریاؤں، مرغزاروں، صحراؤں سرسبز باغات اور کھیتوں کی تازگی سورج اور چاند کی تابانی پھر انسان کی تگ و تاز اور انسانوں کے درمیان عدل و انصاف کا قیام ممکن ہونا یہ سب آپ ﷺ کی تشریف آوری کے باعث ہی ہے۔ انسان تو اپنی خواہشات کے تحت شہنشاہی اور بادشاہی کے دعوے کے ساتھ شاہی محلات اور عیش و عشرت کا سامان ہی جمع کرتا رہا ہے۔ آپ ﷺ ہی کی بدولت دنیا نے دیکھا کہ حکمرانی ہو اور زندگی سادہ (فقر) اور طرزِ زندگی عام انسانوں جیسا۔ یقیناً آپ کا فقر (اندازِ حکمرانی) ہی کائنات کا اصل سرمایہ ہے۔

نظریۂ ضرورت اور جانبدارانہ فیصلے ہمیشہ ہماری عدلیہ کے لیے بدنامی کا باعث رہے ہیں۔ اب عدلیہ کے پاس موقع ہے کہ وہ پانامہ لیکس کا غیر جانبدارانہ اور جرأت مندانہ فیصلہ کرکے اپنے اوپر لگے تمام داغ دھبوں کو دھو ڈالے: ایوب بیگ مرزا

کرپشن کے دو اثرات بالکل واضح ہیں۔ ایک قرضوں کی معیشت اور دوسرا ٹیکسوں کی بھرمار۔ یہ قرضے اور ٹیکس ہر غریب آدمی بالواسطہ طور پر اپنی جیب سے ادا کرنے پر مجبور ہے۔ اب یہ عدلیہ پر منحصر ہے کہ وہ عوام کو مسائل کی دلدل سے نکالنے کے لیے کیا فیصلہ کرتی ہے: ڈاکٹر فرید پراچہ

پانامہ لیکس کا فیصلہ کس کے حق میں؟ کے موضوع پر

حالاتِ حاضرہ کے منفرد پروگرام "زمانہ گواہ ہے" میں نامور دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہارِ خیال

میزبان: وسیم احمد

مرتب: محمد رفیق چودھری

سوال: پانامہ کیس کے فیصلے میں تاخیر کیوں ہو رہی ہے؟ حالانکہ یہ پاکستان کی سیاست کے حوالے سے انتہائی اہم اور عوامی نوعیت کا فیصلہ ہے۔ آپ عدالت سے کیا توقع رکھتے ہیں؟

ڈاکٹر فرید احمد پراچہ: حقیقت یہ ہے کہ یہ ساری تاخیر بدنیتی کی وجہ سے ہے۔ پانامہ پیپرز کو آئے ہوئے تقریباً ایک سال کی مدت ہو چکی ہے لیکن حکومت کی طرف سے ایک ٹال مٹول کی کیفیت ہے۔ ایک دن ایک بیان، دوسرے دن دوسرا بیان، پھر ٹی او آرز پر لمبی بحثیں ہوئیں۔ پھر من پسند ٹی او آرز پر مشتمل ایسا خط عدالت کو لکھ دیا جس پر عدالت نے جواب دیا کہ ان ٹی او آرز پر تو ہم قیامت تک اُلجھے رہیں گے اور جس قانون کے تحت آپ چاہتے ہیں کہ ہم کارروائی کریں اُس کے منہ میں تو دانت ہی نہیں ہیں۔ وہ کیا کرے گا؟ عدالت کے یہ ریمارکس بالکل جائز تھے لہٰذا وہ خط واپس ہوا۔ لیکن واپسی پر حکومت کی طرف سے کوئی ایسا جواب نہیں آیا جس سے لگتا ہو کہ حکومت کرپشن کے اس اہم کیس کے حوالے سے سنجیدہ ہے۔ ایک طرف ان کا دعویٰ تھا کہ ہم نے ایک پائی کی بھی کرپشن نہیں کی اور دوسری طرف یہ بھی نہیں تھا کہ اگر آپ کے ہاتھ صاف ہیں تو آپ عدالت کو کہیں کہ جس طرح سے چاہیں تحقیق کرلیں، تفتیش کریں، ٹی او آرز آپ بنالیں، ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ لہٰذا تاخیر کی ایک سب سے بڑی وجہ تو یہ تھی اور اس کے بعد پھر ایک چیف جسٹس صاحب نے ساری سماعت کی اور جب فیصلے کے قریب پہنچے تو انھوں نے پچھلی ساری کارروائی کو کالعدم قرار دیتے ہوئے کہہ دیا کہ اب نئے سرے سے سماعت ہوگی کیونکہ وہ ریٹائر ہو رہے تھے۔ پھر اس کے بعد جو بنچ بنا ہے اس نے بلاشبہ بڑی محنت کی ہے۔ ایک تو روزانہ کی بنیاد پر سماعت کی گئی ہے دوسرا سب کو برابر موقع دیا ہے اور بار بار سوالات اُٹھائے ہیں۔ لہٰذا اب تو فیصلہ آنا چاہیے تھا۔ لوگ شدت سے منتظر ہیں کیونکہ یہ کیس عوامی نوعیت کا ہے۔ عوام کرپشن کے سنگین نتائج بھگت رہے ہیں۔ یہاں کرپشن صرف وہی نہیں ہے جو پانامہ پیپرز میں سامنے آئی بلکہ ایک سابق نیب چیئرمین کے مطابق یہاں روزانہ 12 ارب روپے کی کرپشن ہو رہی ہے۔ پھر اس کے بعد یہ کہ میگا کرپشن کے 150 کیسز نیب کے پاس مدت ہائے دراز سے پڑے ہوئے ہیں۔ بات بالکل واضح ہے کہ کرپشن کے دو اثرات ہوتے ہیں۔ ایک قرضوں کی معیشت اور دوسرا ٹیکسوں کی بھرمار۔ یہ وہ ٹیکس ہیں جو ہر غریب آدمی بجلی، پٹرول، ڈیزل، گیس کے بلوں کے ساتھ دینے پر مجبور ہے۔ امراء قرضوں کی معیشت کا سارا بوجھ عوام پر ڈال دیتے ہیں جو کہ عوام کو کئی طرح سے ادا کرنا ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ قرضے اب بڑھتے چلے گئے ہیں۔ تاریخ کے سب سے بڑے قرضے موجودہ دورِ حکومت میں لیے گئے ہیں اور ان کی شرح 11 فیصد تک ہے۔ اس کے سنگین نتائج کا نشانہ عام آدمی ہے جس کو پینے کے لیے صاف پانی تک دستیاب نہیں، علاج معالجے کی سہولت میسر نہیں، تعلیم اور روزگار نہیں۔ انتہا یہ ہے کہ ہم 21 ویں صدی میں رہتے ہوئے بھی مشاہدہ کر رہے ہیں کہ کئی جگہوں پر جانور اور انسان ایک ہی جگہ سے پانی پینے پر مجبور ہیں۔

چنانچہ اب عدلیہ پر انحصار ہے کہ وہ ان سب مسائل کی جڑ کرپشن کے اس بڑے کیس کا کیا فیصلہ کرتی ہے؟ ہم سمجھتے ہیں کہ عدلیہ کے سامنے اتنے حقائق آچکے ہیں کہ ان میں سے سچ نکالا جا سکتا ہے اور اسے نکالنا چاہیے۔ عدلیہ کی یہ commitment بھی ہے جس کا بار بار اس نے اظہار بھی کیا ہے کہ ہم نے اللہ کو جواب دینا ہے۔ لہٰذا ہم توقع کر سکتے ہیں کہ ان شاء اللہ جب فیصلہ آئے گا تو وہ بڑی حد تک عام آدمی کی تمناؤں اور اُمنگوں کے مطابق پاکستان کو کرپشن سے نجات دلانے کے ایک حقیقی تقاضے کے مطابق ہوگا۔

سوال: پانامہ کیس کے فیصلے پر عدلیہ کی ساکھ بھی داؤ پر لگی ہوئی ہے۔ ان حالات میں آپ عدلیہ سے کوئی گیم چینجر فیصلے کی توقع رکھتے ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: پہلے میں فیصلے میں تاخیر کے حوالے سے بتادوں کہ میری اطلاع کے مطابق ججز حضرات نے شاید مختصر فیصلہ سنانا تھا لیکن حکومت کی طرف سے درخواست کی گئی کہ مختصر فیصلہ نہ سنایا جائے۔ اس لیے کہ یکم مارچ کو ECO کی کانفرنس ہونے جا رہی تھی جس میں 8 ممالک کے سربراہان نے آنا تھا۔ اگر عدالت اس سے ایک دو دن پہلے فیصلہ سنا دیتی تو شاید حکومت مشکل میں پڑ جاتی اور ایسی درخواست کو مان لینے میں کوئی ہرج بھی نہیں ہے کیونکہ یہ تو مقصود ہی نہیں ہے کہ ملک میں کوئی بحرانی صورتِ حال پیدا کی جائے۔ لہٰذا مختصر فیصلہ اس لیے نہیں آیا۔ جبکہ تفصیلی فیصلے بہرحال وقت لیتے ہیں۔ ایسے مقدمات کے فیصلے کئی کئی سو صفحات پر مشتمل ہوتے ہیں اور اس میں دن نہیں بلکہ کئی ہفتے لگتے ہیں۔ لیکن میں اُمید کرتا ہوں کہ مارچ کے پہلے عشرے میں تفصیلی فیصلہ آجائے گا۔ جہاں تک آپ کے سوال کا تعلق ہے تو میں عرض کردوں کہ پاکستان کی تاریخ میں بڑے بڑے مقدمات عدلیہ میں آئے ہیں۔ کسی زمانے میں مولوی تمیز الدین کیس ایک بہت بڑا کیس تھا، سندھ ہائی کورٹ نے اس کیس کا بہت تاریخ ساز فیصلہ کیا لیکن سپریم کورٹ نے اس فیصلے کو مسترد

کر کے عدلیہ کی ساکھ کو نقصان پہنچایا۔ یہ اقدام صرف ہائی کورٹ کے خلاف نہیں تھا بلکہ عوامی اُمنگوں کے بھی سراسر خلاف تھا۔ اس لیے کہ اس میں ایک غلط فیصلے کے ذریعے عوام کی منتخب حکومت کو گرادیا گیا تھا۔ اس کے بعد تو ہماری عدلیہ کا معاملہ ہی نظریۂ ضرورت کے تحت چلنا شروع ہو گیا اور نظریۂ ضرورت عدلیہ کے لیے انتہائی بدنامی کا معاملہ ہے۔ حالانکہ عدلیہ کا بنیادی اصول یہ ہونا چاہیے کہ چاہے آسمان گر جائے۔ لیکن فیصلہ منصفانہ ہونا چاہیے۔ لیکن یہاں پیپلز پارٹی نے ہمیشہ شوروغوغا کیا ہے کہ عدلیہ کے فیصلے ہمیشہ ہمارے خلاف اور ن لیگ کے حق میں ہوتے ہیں اور ان کا یہ کہنا کافی حد تک درست بھی ہے کیونکہ عدلیہ کے فیصلے ذوالفقار علی بھٹو کے خلاف آیا، یوسف رضا گیلانی کے خلاف آیا اور بے نظیر کے خلاف آیا۔ بے نظیر کو کرپشن کی بنیاد پر عدلیہ نے حکومت سے فارغ کیا لیکن اس کے بعد بننے والی نواز حکومت کو صدر مملکت نے جب کرپشن ہی کی بنیاد پر برطرف کر دیا تو عدلیہ نے یہ کہتے ہوئے نواز حکومت کو دوبارہ بحال کر دیا کہ کرپشن کی بنیاد پر کسی حکومت کو ختم نہیں کیا جاسکتا۔ چنانچہ اس لحاظ سے بھی عدلیہ پر کافی دھبے ہیں اور اب عدلیہ کے پاس بہت بڑا موقع ہے کہ وہ ان دھبوں سے پاک ہو جائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ بحیثیت مجموعی ہماری عدلیہ باقی اداروں کی نسبت بڑی صاف، شفاف اور اُجلی ہے لیکن اس پر جو یہ داغ تھا کہ وہ پاکستان خصوصاً پنجاب کے کسی بڑے آدمی کے خلاف فیصلہ سنانے کی پوزیشن میں نہیں ہے یہ دھبہ اب دھل جانا چاہیے۔

سوال: ایک آپشن یہ بھی ہوسکتا ہے کہ سپریم کورٹ کوئی فیصلہ دینے کی بجائے سارا معاملہ کسی عدالتی کمیشن کے سپرد کر دے۔ اگر ایسا ہوا تو حالات کس طرف جائیں گے؟

فرید احمد پراچہ: زیادہ امکان تو یہی ہے کہ عدالتی کمیشن ہی بنے گا۔ ویسے عدلیہ کو فیصلے کی طرف ہی جانا چاہیے کیونکہ عدلیہ نے ایک طویل سماعت کی ہے۔ ہر چیز اس کے سامنے ہے۔ لیکن ہمارے ججز صاحبان نے مختلف مواقع پر جو comments دیئے ہیں، کہیں انہوں نے کہا کہ اگر دونوں طرف کے شواہد کا جائزہ لیا جائے تو ان میں سے 99.99 فیصد غلط ثابت ہوں گے، کہیں انہوں نے کہا کہ ہمیں کچھ سمجھ میں نہیں آرہا ہے تو ان ساری چیزوں کا حل پھر یہی ہے کہ یا تو عدلیہ خود کسی نتیجے پر پہنچے یا پھر کوئی کمیشن قائم کر کے اس کی مدت مقرر کر دے۔ یہ نہیں کہ اگلا الیکشن بھی گزر جائے جیسا کہ ہمارے کمیشنوں میں ہوتا ہے۔ اول تو یہ جس قانون کے تحت بنتے ہیں اس کے متعلق خود عدالت کہہ چکی ہے کہ اس کے منہ میں دانت ہی نہیں ہیں۔ یعنی وہ قانون یہ ہے کہ کمیشن نے صرف حکومت کو ایک رپورٹ پیش کرنی ہے اور حکومت اس رپورٹ کو عوام کے سامنے لانے کی پابند نہیں ہے۔ نہ ہی عدلیہ اس قانون کے تحت خود کوئی ایکشن لے سکتی ہے۔ لیکن اب چونکہ عدلیہ نے خود کہا ہے کہ ہم اپنے ٹی او آرز بنائیں گے، جماعت اسلامی نے بھی یہی مطالبہ کیا ہے کہ عدلیہ خود اس کیس کی سماعت کرے اور خود ہی فیصلہ بھی دے اور فیصلہ بھی صرف واعظ ونصیحت پر مشتمل نہ ہو بلکہ باقاعدہ اس میں سزا بھی سنائی جائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت معاملہ جہاں تک پہنچ گیا ہوا ہے اس میں عدلیہ کے لیے بھی راستے محدود ہیں اور ان راستوں میں سے ایک راستہ کمیشن کا بھی ہے۔ بہر حال ہونا تو یہی چاہیے کہ عدلیہ کوئی گیم چینجر فیصلہ دے لیکن ممکن ہے عدلیہ اس حد تک نہ پہنچے۔ اس صورت میں ایک محفوظ راستہ یہ بھی ہے کہ وہ نیب کے خلاف کوئی مقدمہ قائم کرنے کا فیصلہ دے۔ تاہم صورتحال ایسی ہے کہ اس میں کچھ نہ کچھ فیصلہ آنا ضرور ہے۔ یہ نہیں کہ کرپشن کا مسئلہ اب دفن ہو جائے گا بلکہ یہ ہر حکومت کے لیے اور خاص طور پر ان سیاستدانوں کے لیے جو اس وقت کسی بھی پارٹی میں ہیں گلے کی ہڈی بنے گا جسے نہ وہ نگل سکیں گے اور اُگل سکیں گے۔ یہ ایک ایسا معاملہ ہے کہ جسے اب چھوڑا نہیں جاسکتا کیونکہ عام آدمی اتنا تڑپ رہا ہے کہ اسے کرپشن کے حل کے علاوہ کوئی چیز نہیں چاہیے۔

سوال: آپ کا کیا خیال ہے عدالت فیصلے کی طرف جائے گی یا عدالتی کمیشن بنے گا؟

ایوب بیگ مرزا: دیکھئے! دفعہ 3-184 اور 187 کے تحت عدالت کے پاس لامحدود اختیارات ہیں۔ ان کی کوئی حد ہے ہی نہیں۔ میری رائے میں اس وقت میڈیا نے جو فضا بنا دی ہے اور عوام کی جو توقعات ہیں ان کے مطابق لگتا یہی ہے کہ اگر کوئی کمیشن بنا دیا گیا تو عوام کی اکثریت یہی سمجھتے ہوئے کہ اس معاملے کو سرد خانے میں ڈال دیا گیا ہے شدید ردعمل ظاہر کرے گی۔ البتہ عین ممکن ہے کہ وزیراعظم کو Step Down کرنے کے لیے کہا جائے یا انہیں معطل کر دیا جائے تا وقتیکہ اس کمیشن کی رپورٹ نہ آجائے۔ کیونکہ کمیشن اگر بنتا ہے تو اس کے ججز نے رپورٹس اداروں سے ہی لینی ہیں۔ لہٰذا اگر نواز شریف اپنی جگہ پر رہتے ہیں اور اداروں پر ان کا خوف رہتا ہے تو پھر دیانتدارانہ رپورٹیں حاصل کرنا مشکل ہو جائے گا۔

سوال: اگر کمیشن بنا دیا جاتا ہے اور وزیراعظم step down کرتے ہیں تو اس صورت میں ان کا سیاسی مستقبل کیا ہوگا؟ کیا وہ کمیشن کا فیصلہ آنے تک الیکشن میں جاسکیں گے؟

ایوب بیگ مرزا: اس سے بہت بہتر ہے کہ انہیں نااہل قرار دے دیا جائے لیکن نااہل قرار دیے جانے کا مطلب یہ ہوگا کہ فیصلہ آگیا۔ جبکہ معطل کرنے کی صورت میں نااہل اس وقت ہوں گے جب فیصلہ ان کے خلاف آئے گا۔ ہمارے ہاں اصل میں ایسی روایات نہیں ہیں جبکہ دوسرے ممالک میں اگر کسی پر کرپشن کا الزام لگ جائے تو وہ فوراً اپنے عہدے سے مستعفی ہو جاتا ہے تاکہ تحقیقات بالکل آزادانہ ہو سکیں۔

سوال: اگر نااہلی کا فیصلہ آجاتا ہے تو کیا یہ صرف نااہلی ہی ہوگی یا انہیں قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کرنا پڑیں گی؟

فرید احمد پراچہ: اصل میں ہمارے ہاں کرپشن کو پارٹی کی بنیاد پر ایک جانبداری حاصل ہوگئی ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں لوگ اس حیثیت سے بھی قبول کر رہے ہیں۔ یعنی ہمارے ووٹرز میں کوئی کمی نہیں آئی۔ یہ چیز ختم ہونی چاہیے اور یہ تب ختم ہوگی جب کرپٹ عناصر کو نااہل کرنے کے ساتھ ساتھ ان کو سزا بھی دی جائے، قومی اثاثوں کی باقاعدہ واپسی بھی ہو۔ لیکن کیا ہماری عدلیہ اس حد تک چلی جائے گی اس کا فیصلہ چند دنوں میں ہو جائے گا۔

ایوب بیگ مرزا: سپریم کورٹ کچھ بھی نہ کرے، صرف نااہل ہی قرار دے دے تو پھر سزا کا انحصار اس بات پر ہوگا کہ اگلی حکومت کس کی بنتی ہے۔ اگر دوبارہ ن لیگ کی حکومت بن گئی تو پھر تو وہ کچھ بھی نہیں ہونے دے گی۔ لیکن اگر کوئی دوسری پارٹی برسراقتدار آگئی تو یہی کیس سپریم کورٹ میں استغاثہ بڑے زوردار انداز میں پیش کرے گا اور جس طرح کے کیسز ہیں ان میں سزا سے بچنا مشکل ہوگا۔

سوال: اپوزیشن لیڈر خورشید شاہ کہتے ہیں کہ عمران خان کی ہر احتجاجی مہم کے بعد نواز شریف صاحب مضبوط ہو جاتے ہیں۔ اگر پانامہ کیس کا فیصلہ بھی نواز شریف کے حق میں آگیا تو عمران خان کی سیاست کا کیا بنے گا؟

ایوب بیگ مرزا: اگرچہ عمران خان کی سیاست کو نقصان پہنچے گا لیکن ن لیگ کو بھی زیادہ فائدہ نہیں ہوگا کیونکہ ن لیگی حکمرانوں کی اخلاقی لحاظ سے ساکھ بہت متاثر ہو چکی ہے اور تجزیہ نگار کہہ رہے ہیں کہ یہ ساکھ کیس جیتنے کی صورت میں بھی بحال نہیں ہوگی۔

فرید احمد پراچہ: میرے خیال میں یہ تو ممکن ہے کہ اتنا بڑا فیصلہ نہ ہو کہ وہ نااہل ہو جائیں اور انہیں سزا مل جائے لیکن ان کی اخلاقی ساکھ بحال ہونے کے امکانات نہیں ہیں۔ کیونکہ بہت ساری چیزیں بہت واضح ہو چکی ہیں۔ پراپرٹی کی ملکیت مان لی گئی ہے اور اپنی صفائی کے

لیے اب ان کا انحصار دو ہی چیزوں پر ہے۔ ایک انہوں فوت شدہ بزرگ کا نام لے کر سب کچھ ان پر ڈال دیا ہے اور دوسرا ان کے پاس کوئی گواہ نہیں ہے، جو کچھ بھی ہے وہ دست گردہ میں ہے اور ایک قطری خط ہے۔ اگر قطری خط نکال دیا جائے اور یہ جو دست گردہ ہیں، جو ہاتھوں ہاتھ پیسے گئے ہیں، اگر عدالت اس طرح کی گواہی مانے تو سارا کیس ہی ختم ہو جاتا ہے۔ اس لیے کیس کا میرٹ تو ان کے خلاف ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ عدلیہ کس حد تک جاتی ہے۔ اس لیے کہ خلا میں عدلیہ بھی نہیں ہوتی۔ کچھ چیزوں کو وہ مان لے گی اور کچھ کے لیے کمیشن بنائیں گے۔ یا کمیشن نہ بھی بنائیں تو فیصلہ ایسا نہ ہوگا جسے نواز شریف صاحب اپنی فتح قرار دے سکیں۔

سوال: عدالتی فیصلوں پر عمل درآمد نہ کرنے کی روایت ہماری حکومتوں میں رہی ہے۔ اگر اس کیس کے فیصلے پر بھی عمل درآمد نہ ہوا تو عوام کہاں جائیں گے؟

ایوب بیگ مرزا: یہ عوامی نوعیت کا کیس بن چکا ہے اور میڈیا پر اس کا اتنا چرچا ہے کہ اس کو دفن کرنا اتنا آسان نہیں ہے۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ تقریباً ایک ماہ سے میڈیا میں کوئی دوسرا پروگرام ہی نہیں ہوتا۔ میں تو سوچ رہا تھا کہ اگر پانامہ کیس ختم ہوگیا تو ہمارے اینکرز کیا کریں گے؟

سوال: جماعت اسلامی پانامہ کیس میں ایک بڑے مدعی کے طور پر شامل ہے اور کرپشن کے خلاف بھی ملک گیر تحریک چلا رہی ہے۔ مگر سود کے خلاف تحریک نہیں چلاتی۔ ایسا کیوں ہے؟

فرید احمد پراچہ: چونکہ معاملہ عدالت میں ہے اور عدالتوں میں بھی انتظامیہ کا رویہ بدنیتی پر مبنی ہے۔ یعنی پہلے ایک فیصلہ 1990ء میں ہوا، پھر 99ء میں ہوا، پھر 2001 کو ایک ڈیڈ لائن طے کی گئی کہ سارے سودی قوانین ختم ہو جائیں گے لیکن اس کے بعد پھر حکومت عدالت میں چلی گئی، وہ جج بدل چکے تھے۔ حالانکہ انہی کے پاس اپیل ہوتی ہے۔ جان بوجھ کے تاخیر کی گئی۔ پھر کیس دوسرے ججوں کے پاس چلا گیا، انہوں نے ریمانڈ کر کے پھر وفاقی شرعی عدالت کو بھیج دیا۔ وفاقی شرعی عدالت میں بھی پہلے سرد خانے میں پڑا رہا پھر اس کو Active کروایا گیا۔ اس سارے پراسس میں تنظیم اسلامی کے ساتھ جماعت اسلامی بھی شامل رہی ہے۔ اسی طرح اب ہم نے 13 مارچ کو ایک عوامی کنونشن سود کے حوالے سے رکھا ہے جس میں علماء کے ساتھ ساتھ بڑے پیمانے پر وکلاء کی شمولیت کے لیے ایک پوری مہم چلا رہے ہیں۔ اس سے پہلے بھی ہمارا ایک کنونشن سود کے موضوع پر منصورہ میں ہوا ہے۔ سود تو ایک ایسی کرپشن ہے جس کے خلاف اللہ اور رسول ﷺ کا اعلان جنگ ہے۔ ملک میں بے برکتی اسی وجہ سے ہے۔ ہم قرضوں میں جکڑے ہوئے ہیں مگر ہمارے حکمرانوں کو احساس ہی نہیں ہے کہ ہماری دنیا بھی تباہ ہو رہی ہے اور آخرت بھی برباد ہو رہی ہے۔ صرف اپنا وبال ہی نہیں بلکہ 20 کروڑ عوام کا وبال بھی ان حکمرانوں پر پڑ رہا ہے جن تک یہ سود کا غبار پہنچا رہے ہیں۔ تو سود ایک مستقل موضوع ہے جس کے خلاف ہم کام کر رہے ہیں۔ ہم نے تمام جماعتوں سے مل کر انسداد سود کے عنوان سے ایک تحریک شروع کی ہوئی ہے اور اب ان شاء اللہ اس کو مزید تیز کریں گے۔ لہٰذا سود کے خلاف ہماری جنگ مستقل جنگ ہے۔

سوال: کیا کرپشن عوام کا مسئلہ ہے؟ آج تک کسی پاکستانی باپ نے اپنے بیٹے کو کرپشن کرنے پر عاق کیا ہے؟

اس وقت ہمارے معاشرے میں اگر بیٹا کرپشن کر رہا ہے تو باپ بڑے فخر سے بتا رہا ہے، حالانکہ شرم کی بات ہے، ڈوب مرنے کا مقام ہے کہ اپنے بچوں کے پیٹ میں آگ بھر رہا ہے۔

ایوب بیگ مرزا: اس میں تو کوئی شک نہیں ہے کہ ہمارا معاشرہ گل سڑ چکا ہے اور اس میں سے سڑاند آ رہی ہے۔ ہمارے ہاں سرمایہ عزت کا ایسا معیار بن گیا ہے جو معاشرتی سطح پر تباہی لایا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ دولت اور عزت کو جوڑ دیا گیا ہے جبکہ ایسا دور جہالت میں بھی نہیں تھا۔ دور جہالت میں قریش کے بعض سردار ایسے بھی تھے جن کے پاس خانہ کعبہ کی چابی تھی لیکن کھانے کو روٹی نہیں تھی۔ وہ جو کچھ بھی تھے لیکن اس قدر بدعنوان نہیں تھے۔ آپ کو معلوم ہے کہ حطیم کی جگہ کیوں خالی رہ گئی تھی؟ کیونکہ اعلان یہ تھا کہ خانہ کعبہ پر وہ پیسے لگائے جائیں گے جو صد فی صد حلال کے ہوں گے۔ اندازہ کیجیے کہ دور جہالت کے باوجود ان میں اتنی سوچ تھی۔ لیکن اس وقت ہمارے معاشرے میں اگر بیٹا کرپشن کر رہا ہے تو باپ بڑے فخر سے بتا رہا ہے، حالانکہ شرم کی بات ہے، ڈوب مرنے کا مقام ہے کہ اپنے بچوں کے پیٹ میں آگ بھر رہا ہے۔ میں صاف کہوں گا کہ اگرچہ ہمارے حکمران قصوروار ہونے کے اعلیٰ درجے پر فائز ہیں لیکن عوامی سطح پر بھی جو لوگ ابھی کرپشن نہیں کر رہے وہ سر اونچا کر کے دیکھتے اسی طرف ہیں۔

فرید احمد پراچہ: صحیح بات یہ ہے کہ لوگوں نے بھی ان چیزوں کو رضامندی کے ساتھ قبول کر لیا ہے اور رضامندی کی آنکھ ہر عیب سے اندھی ہوتی ہے۔ یعنی اس کو عیب نظر نہیں آتا۔ اس کا ایک پہلو تو وہی ہے جو قرب قیامت کی احادیث میں بیان ہوا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ ”جب تم دیکھو کہ جو سب سے بدترین آدمی تھا وہ سردار بن گیا ہے، جب رزقِ حرام کو ایک خوبی بنا دیا گیا ہے، لوگ پچھلے زمانے والوں پر طعن کرتے ہیں، کسی کی عزت اس کے شر کی وجہ سے ہونے لگے (۔۔۔الخ) تو پھر تم دیکھو گے کہ پے در پے عذابوں کی ایک لڑی ٹوٹ جائے گی۔ ہم آج اسی زمانے سے گزر رہے ہیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ ہم ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ جائیں کہ بس اب جو ہے سو ہے۔ بلکہ ہمیں اپنے حصے کا کام کرنا چاہیے، خاص طور پر معاشرے کا جو باشعور طبقہ ہے، جو حلال اور حرام کی تمیز اور دنیا اور آخرت کے معاملات کو جانتا ہے، جو سمجھتا ہے کہ اصل نقصان آخرت کا نقصان ہے تو اسے اپنے حصے کا کام ہر حالت میں کرنا ہے، حق کی صدا بلند کرنی ہے، دلوں کے دروازوں پر دستک دینی ہے اور لوگوں کو کھینچ کھینچ کر بربادی کے راستے سے ہٹانا بھی ہے۔ جیسے اللہ کے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم آگ کے گڑھے میں گرنے کو تھے اور میں تمہارے کپڑے پکڑ پکڑ کر پیچھے ہٹا رہا تھا۔

سوال: کسی بھی صالح معاشرے کی تشکیل میں عدلیہ کیا رول ادا کر سکتی ہے؟

ایوب بیگ مرزا: دیکھیے! عدلیہ کا رول کیا ہے؟ آپ نے وہ تاریخی واقعہ سنا ہوگا کہ جنگ عظیم دوئم کے دوران برطانیہ کا وزیراعظم ونسٹن چرچل لندن ہائی کورٹ پہنچ گیا اور وہاں کے چیف جسٹس سے پوچھا کہ کیا ہماری عدالتیں انصاف کر رہی ہیں؟ جج نے کہا بالکل کر رہی ہیں۔ تو چرچل نے اسی وقت کھڑے ہو کر کہا کہ ہم یہ جنگ جیت جائیں گے۔ عدل و انصاف کی معاشرے میں اس قدر بنیادی اہمیت ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ عدل اسلام کا کیچ ورڈ ہے۔ اگر آپ عدل کو اسلام میں سے نکال دیں تو ذرا سوچیں باقی کیا بچتا ہے۔ اسی لیے اسلام عدل پر بہت زیادہ زور دیتا ہے۔ اسلام کے سنہری دور میں کئی خلفاء عدالتوں میں پیش ہوئے، ان کے خلاف فیصلے بھی ہوئے اور انہوں نے ان فیصلوں کو من و عن تسلیم بھی کیا۔ اسی عدل و انصاف کا نتیجہ یہ نکلا کہ اسلامی ریاست لاکھوں مربع میل تک پھیل گئی۔ لہٰذا کسی بھی بستی کو قائم رکھنے کے لیے انصاف بہت ضروری ہے اور جب کوئی بستی تباہ ہوتی ہے تو وہ بے انصافی کی وجہ سے ہوتی ہے۔

☆☆☆☆

قارئین پروگرام ”زمانہ گواہ ہے“ کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جا سکتی ہے۔

فلسفۂ اصلاح وفساد

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

جسٹس شوکت صدیقی نے سوشل میڈیا سے نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم اور مقدس شخصیات کی گستاخی پر مبنی مواد ہٹانے کا حکم دیا ہے۔ دبنگ ایمانی لب ولہجے کا یہ حکم بہار کا ایک خوشگوار جھونکا ہے۔ تری آواز مکے اور مدینے! دریدہ دہنی کا یہ عالم ہو چکا ہے کہ اللہ رب العالمین، امہات المومنینؓ، اصحابِ رسول ﷺ، قرآن پاک تک کی توہین پر مواد موجود ہے۔ نام نہاد مسلمان یہ کام دیدہ دلیری سے کر رہے ہیں، جس پر عدالت نے بجا طور پر نوٹس لیتے ہوئے کہا کہ بدقسمتی سے ملک میں سلمان رشدی اور تسلیمہ نسرین کے حامیوں کی تعداد بڑھ رہی ہے۔ ایسے افراد کے خلاف قانونی کارروائی کو یقینی بنانے کا حکم دیا۔ یہ جذبات مجروح کرنے کا سامان ہے۔

دہشت گردی کے خلاف جنگ کے نام پر ملک میں اسلام دشمنی کو کھلی چھوٹ دی گئی ہے۔ گستاخ بلاگرز کی پراسرار گمشدگی اور بہ اہتمام وانصرام واپسی بھی ایک معمہ ہے۔ نام نہاد اعلیٰ تعلیم یافتہ، انگریزی پر عبور یافتگان کی اخلاقی سڑاند سوشل میڈیا پر اگلی نظر آتی ہے۔ فکری جوئیں اور کلبلاتے اخلاقی کیڑے ...... تاہم آفتاب پر تھوکا منہ پر آیا کے مصداق لیا اپنی ہی صورت کو بگاڑ کی تصویر وہ خود بن جاتے ہیں۔ کیا یہ نفرت انگیز مواد (Hate Speech) کے زمرے میں نہیں آتا؟ یا قانون کے سارے کوڑے اسلام اور شعائرِ اسلام، محبانِ اسلام پر ہی برسنے کو ہیں؟ یہ گستاخ طبقہ قوم کی ترقی میں کونسی خدمت انجام دے رہا ہے؟ سوائے ٹرمپ انتظامیہ کو خوش کر کے مراعات مفادات کی حرص کے! جس طبقے نے اس ملک کو کچھ دیا...... ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ سے لے کر ڈاکٹر عبدالقدیر خان تک ...... وہ باوجود تمام تر مغربی تعلیم کے پختہ دینی فہم اور ذوق کے حامل رہے۔ اقبالؒ قرآن فہمی، دین پسندی، جذبۂ حریت اور عشق رسالت مآب ﷺ سے مالا مال تھے۔ سارا کلام قرآن، حدیث، تاریخ اسلامی اور امت کے درد میں ڈوبا ہوا ہے۔ (اور یہ گستاخ نوجوان! مغرب کے پس خوردہ کی جگالی کر کے زبان کے پھاگ اڑانے والے!) ڈاکٹر عبدالقدیر خان کے مطابق اُن کی تعلیم میں قرآن، حدیث اور سیرت نبوی ﷺ نصاب کا حصہ تھی۔ دینی فرائض کی پابندی اور تلاوت قرآن اُن کے معمولات کا حصہ ہمیشہ رہا۔ پاکستان کا سرمایۂ فخر کل اور آج یہی فکر ونظر رہی ہے اور رہے گی ان شاءاللہ۔ دہشت گردی کو اسلام سے نتھی کر کے ملک سے اسلام اور اسلام پسندوں کا صفایا کرنے کے مغربی مطالبات اور گھگھیائے ہوئے غلامانہ رویے پنپ نہ پائیں گے۔ عوام کی اسلام سے وابستگی بدیہی حقیقت ہے۔ بدھ کے روز جب اسلام آباد ای سی او کانفرنس کے لیے بند کر رکھا تھا۔ مقامی چھٹی، سڑکیں بند، جابجا ناکے تھے۔ سیل (Seal) شدہ شہر سے بھارہ کہو میں حیرت انگیز طور پر ممتاز قادریؒ کے یوم شہادت کے لیے رائٹرز کی رپورٹ کے مطابق (ڈان 2 مارچ) ہزاروں لوگ اکٹھے ہوئے۔ پُرامن جلوس، پُرجوش نعرے قادریؒ کی عظمت اور پاکستان کو اسلامی ریاست بنانے کے مطالبے پر مبنی تھے! سوشل میڈیا پر چھپ کر پاکستان کے اسلامی تشخص میں چھرا گھونپنے والے، عاشقانِ رسول ﷺ کا مقابلہ نہیں کر سکتے!

جسٹس شوکت عزیز صدیقی کو ایک نوٹس دینی مواد لٹریچر کے خلاف مہم پر بھی لینا چاہیے۔ جہاد ارکان دین میں سے ہے۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کی طرح۔ اسے دہشت گردی سے خلط ملط کر کے مہمات کیونکر چلائی جا سکتی ہیں؟ اس سے کفر کی ٹانگیں کانپنا تو فطری ہے لیکن اسلامی جمہوریہ پاکستان دین میں قطع وبرید کیونکہ کر سکتی ہے؟ ملک میں ردالفساد آپریشن کیا جا رہا ہے۔ اصطلاح اسلامی ہے سو اسے قرآن حدیث ہی سے سمجھا جائے گا۔ شرعاً فساد کسے کہتے ہیں۔ یہ اصطلاح قرآن میں مسلسل مستعمل ہے۔ اسے انسائیکلوپیڈیا آف بریٹانکا یا چچا گوگل سے نہیں پوچھیں سمجھیں گے۔ نام رکھا ہے تو قرآن سے رجوع کرنا ہوگا۔ قرآن کے سارے مفاہیم ایک نکتے پر مرتکز ہیں کہ اسلام اصلاح ہے اور کفر فساد۔ کفر ایک فساد ہے۔ (النحل: 88) غلبۂ کفر فساد ہے۔ (الانفال: 73) اللہ کے راستے سے روکنا فساد ہے (النحل: 88) اللہ کی بندگی اور اس کے قوانین کی اطاعت سے نکل کر آدمی جو کچھ بھی کرتا ہے وہ سراسر فساد ہی فساد ہے۔ اسی کا ایک جز وہ فساد بھی ہے جو حرام ذرائع سے دولت سمیٹنے اور حرام راستوں پر خرچ کرنے سے برپا ہوتا ہے۔ (تشریح سورۃ القصص: 83، سید مودودیؒ) فواحش کا ارتکاب فساد ہے۔ (العنکبوت: 30) سورۃ ھود آیت 117 میں فساد کے حوالے سے تشریحی نوٹ میں درج ہے: جو قوم اپنے درمیان سب کچھ برداشت کرتی ہو مگر صرف ان چند گنے چنے لوگوں کو برداشت کرنے کو تیار نہ ہو جو اسے برائیوں سے روکتے اور بھلائیوں کی دعوت دیتے ہوں تو سمجھ لو کہ ان کے برے دن قریب آ گئے ہیں۔ کیونکہ اب وہ خود ہی اپنی جان کی دشمن ہو گئی ہے۔ (تفہیم القرآن: جلد دوم)

فساد کے سدباب کے لیے تو ہمہ گیر درستگی لازم ہے۔ قبلہ بھی درست نہیں! ہمارا قبلہ مغرب کی جانب تھا اب عین مغرب ہو گیا! کرپشن فساد ہے۔ اللہ کی بندگی سے آزاد حکمرانی فساد ہے۔ عریانی وفحاشی فساد ہے۔ عدل وانصاف کی عدم فراہمی فساد ہے۔ (ملزم بارہ، سولہ سال گزار کر مر گیا تو باعزت بری کر دیا گیا!) عوام کا خون نچوڑتا یہ استحصالی نظام فساد ہے۔ قیادتوں کے فارم ہاؤسز اور ایک کمرے کے ڈربے میں جانوروں کے باڑے کی طرح ٹھسے غرباء...... یہ اصلاح ہے یا فساد؟ فحش لٹریچر، ٹیلی ویژن پر دن دہاڑے چلتے برہنہ/نیم برہنہ رقص اصلاح ہے یا فساد؟ دفاتر، ہوٹل، کوچز، شاپنگ مالز ہر جگہ سجی سنوری لڑکیاں مردوں کے شانہ بہ شانہ! جو گھر بیٹھی بچے پالتی، آٹا گوندھتی، کپڑے دھوتی عفت مآب بیوی کو دو ٹکے کا کر دیں...... اصلاح ہے یا فساد؟ گدھے کا گوشت، مردار، جعلی ادویہ اصلاح ہے یا فساد؟ تھیٹروں میں ہوتے مجروں اور آئین پاکستان کے منافی بے راہ روی کے تمام مظاہر کو کھلی چھوٹ ہو اور عزت مآب پاکیزہ خواتین کے دروس ہائے قرآن کی سن گن لیتے ہراساں کرتے سرکاری اہلکار......؟ اصلاح ہے یا فساد؟

ردالفساد کہا ہے تو شریعت کا حوالہ آئے گا! یہ الگ بات ہے کہ ایک میسج میں دلچسپ پھلجھڑی چھوڑی گئی، جس کا لب لباب یہ تھا کہ پہلے امریکہ کے ذرا زیادہ قریبی اتحادی تھے تو آپریشنوں کے نام اس کے مطابق ہوتے تھے۔ مثلاً شیر دل (رچرڈ شیر دل صلیبی جنگجو کے نام پر!) رکھا تھا پرویز مشرف نے۔ (وہ ٹرمپ کی طرح کھلا ڈلا تھا، اسلام کا لبادہ اوڑھنے کی زحمت نہ کی تھی!) ہاں تو اب ہم چین سے سی پیک قرب حاصل کر رہے ہیں تو اب ہمارے آپریشن کی نوعیت چینی زبان سے قرب کی آئینہ دار ہے ......یعنی چن چن کے بھن!

عالمی یوم نسواں کی بھی آمد آمد ہے۔ مغرب

کی لٹی پٹی دربدر عورت کو یہ دن کیا دے سکتا ہے! حقوقِ نسواں آتے ہی فرائض نسواں جاتے رہے۔ دنیا عورت...... پاکیزہ عورت کے وجود کو ترس گئی ہے۔ وہ رقاصہ، حرافہ، قتالہ تو بنا دی گئی ہے لیکن حقیقی نسوانیت اور ماں کے عظیم الشان کردار سے محروم ہو کر بلک سسک رہی ہے! حسن بیچ رہی ہے۔ منشیات میں سکون کی متلاشی ہے۔ شیشہ پی رہی ہے۔ بوائے فرینڈز سے پٹ رہی ہے۔ شوہر، گھر، بچوں کی ٹھنڈک سکینت سے محروم جدید جاہلیت کے ہاتھوں بدترین استحصال کا نشانہ بن رہی ہے۔ بل بورڈوں، اشتہاروں، ریمپوں پر چند ٹکوں کے عوض بکتی! پوری دنیا فساد کی زد میں ہے! ہمارے ہاں کا المیہ ہے کہ عورت دوراہے پر کھڑی ہے۔ مغرب پانی کی طرح پیسہ ہماری عورت کو بگاڑنے، اجاڑنے پر بہا رہا ہے۔ یہاں عورت یہ چاہتی ہے کہ وہ اسلام کے سارے مزے لوٹے (اسلام اس لاڈلی کو نازوں، حفاظتوں، محبت میں تحفظ، وقار اور تقدس کے گہواروں میں رکھتا ہے!) اور مغرب کی ساری زور آوری بھی کر گزرے! اسلام اس عورت کے تو سارے نازنخرے اٹھاتا ہے جو مستورات (مخفی) میں سے ہو، صلائے عام نہ ہو۔ آبگینہ بن کر رہنا چاہے۔ البتہ مرد مار، مرد یار قسم کی عورت کے لیے تقدس و احترام کیونکر ممکن ہے؟ گھر کو سر چڑھے پن سے جہنم زار بنا کر اجنبی مغربی فتوری جھگڑوں میں الجھی اپنی زندگی بھی اجیرن کرتی ہے اور نسلوں کا بگاڑ، ٹوٹتے گھر، بکھری شخصیتیں معاشرے کو دیتی ہے۔ ہمارے معاشرے کی افراط وتفریط......یا ونی ہوتی، پاؤں کی جوتی بنا کر تذلیل کی بھینٹ چڑھتی، ہندوانہ جاہلیت کی بھینٹ چڑھتی عورت ہے۔ یا دوسری جانب ترقی، آزادی، مساوات کے جھانسوں میں جدید جاہلیت کی ماری موم بتی زدہ عورت ہے۔ اسلام افراط وتفریط کے شرور کے مابین سکینت، عافیت کا وہ ہمہ گیر راحت کدہ ہے جس میں چہار جانب اصلاح ہے، فساد کا شائبہ تک نہیں۔ ہر روپ میں محفوظ و مامون...... المحصنات! بیٹی، بہن، بیوی، ماں...... ہر روپ میں محرم مرد اس کا محبوب محافظ بھی ہے اور عزت مآب کفیل بھی! مرد کے سر پر قوامیت کا تاج رکھ کر اللہ نے عورت کو محفوظ و مامون ملکہ بنا دیا۔ عورت سیدہ ہاجرہؑ ہے، امِ موسیٰؑ ہے امِ عیسیٰؑ ہے۔ محترم ماں! نبیوں کی ماں! اس سے اونچا مقام اگر ہو تو بتایئے! سو عالمی یوم نسواں پر عورت کو بازیاب کروانے کی ضرورت ہے۔ اس لیے کہ:

جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نازن
کہتے ہیں اسی علم کو اربابِ نظر موت!

مولانا ابوالکلام آزاد کا صحافتی نظریہ

عبدالرشید عراقی

ڈاکٹر ذاکر حسین مرحوم اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں: ''جو قوم اپنے محسن کے احسانات بھول جاتی ہے خداوند کریم ان پر محسن اتارنا بند کر دیتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ کا برصغیر کے مسلمانوں پر یہ احسان ہے کہ اس نے مولانا ابوالکلام آزاد جیسا بے مثال اور عظیم رہنما عطا کیا۔ اس لیے برصغیر کے مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہونا چاہیے کہ ایسی غیر معمولی ہستی کو برصغیر میں پیدا کیا۔

عمر ہا در کعبہ و بت خانہ می نالد حیات
تا ز بزم عشق یک دانائی راز آید برون

مولانا ابوالکلام آزاد ایک نادر روزگار شخصیت کے مالک تھے اور ایسے گوناگوں محاسن کسی ایک وجود میں بہت کم ہی جمع ہوتے ہیں۔ انہوں نے زندگی کے اتنے دائروں میں انتہائی بلند مقام حاصل کیا جس کا حصر مشکل ہے اور ان میں سے کسی ایک دائرے میں ویسی بلندی حاصل کر لینا بڑے سے بڑے انسان کے لیے بھی دائمی فخر ہے۔

مولانا ابوالکلام آزاد جیسی جلیل القدر اور عہد آفریں شخصیتیں مدتوں میں پیدا ہوتی ہیں جو افکار و تصورات کی دنیا میں عظیم انقلابات پیدا کر دیتی ہیں اور تاریخ کا نیا دور شروع کر دیتی ہیں۔ مولانا ایک یگانہ روزگار عالم دین، مفسر قرآن، محدث، مورخ اور محقق تھے۔ تمام علوم اسلامیہ میں بحر زخار کی حیثیت رکھتے تھے۔ بہت بڑے امام، مجتہد اور فقیہ تھے۔ مولانا ظفر علی خانؒ فرماتے ہیں۔

جہان اجتہاد میں سلف کی راہ گم ہو گئی ہے
تجھ کو اس میں جستجو تو پوچھ ابو الکلام سے

مولانا سحر پرداز، انشا پرداز، لاثانی نثر نگار، بلند پایہ ادیب، اعلیٰ وارفع مدبر، مفکر، حکیم اور دانائے راز تھے۔ نثر نگاری میں ان کا کوئی ہم پلہ نہ تھا: مولانا حسرت موہانی فرماتے ہیں۔

جب سے دیکھی ابوالکلام کی نثر
نظم حسرت میں کچھ مزا نہ رہا

مولانا جادو بیان خطیب، بلند پایہ مقرر، معلم و متکلم اور تحریک آزادی کے امیر کارواں تھے۔ ان جیسا بے باک، نڈر خطیب اور مقرر برصغیر میں پیدا نہیں ہوا۔

سب ہو گئے چپ بس ایک حسرت
گویا ہیں...... ابو الکلام آزاد

مولانا ابوالکلام آزاد جیسا ذہین وفطین، مدبر ومفکر، نکتہ رس، جامع الکمالات والصفات برصغیر میں پیدا نہیں ہوا۔ وہ بہت بڑے صحافی، شاعر، حق وصداقت کی آواز اور عزم واستقلال کے پہاڑ تھے۔ وہ صحیح معنوں میں فطرتاً عبقری تھے۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

صحافت

مولانا ابوالکلام آزاد کی زندگی ایک فرد کی زندگی نہیں، ایک عہد کی داستان ہے۔ ان کی زندگی کے ماہ و سال ہماری تاریخ میں اس طرح تحلیل ہو گئے ہیں کہ بغیر اس زمانے کے واقعات اور ان کے پس منظر کو سامنے رکھتے ہوئے ان کی صحافتی عظمت کو سمجھنا مشکل ہے۔

مولانا ایک خاص ذہن اور دماغ کے ساتھ صحافت کے آسمان پر اس وقت طلوع ہوئے جب ہماری فضائے ادب روشن اور تابناک ستاروں سے مزین تھی۔ اردو کے عناصر خمسہ میں حالی، شبلی اور نذیر احمد زندہ تھے۔ ڈاکٹر طہٰ حسین نے لکھا ہے کہ

''مولانا ابوالکلام آزاد کی صحافت خود ان کی اپنی صحافت تھی جسے خود انہوں نے ایجاد کیا تھا اور پھر ان کے ساتھ ہی ختم ہو گئی۔''

مولانا ضیاء الدین اصلاحی مرحوم سابق ایڈیٹر ماہنامہ معارف اعظم گڑھ لکھتے ہیں کہ

''صحافت سے مولانا کا مقصد جلب منفعت یا طلب جاہ نہ تھا بلکہ وہ اس کے ذریعے اخلاص اور بے لوثی سے ملک وقوم کی خدمت اور رہبری کرنا چاہتے

تھے۔ان کی نگاہ میں سیم وزر کی کوئی قیمت نہ تھی اور نہ انہوں نے تجارت اور دکانداری کا بازار گرم کرنے کے لیے صحافت کو اپنایا تھا بلکہ وہ اس کو اپنے اعلیٰ اور برتر مقصد اور مشن کی تکمیل کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ان کے پیش نظر قوم کی بیداری اور اصلاح تھی اور وہ صحافت کو ملک وقوم میں روح حیات پھونک دینے اور انقلاب پیدا کر دینے کا ایک موثر وسیلہ خیال کرتے تھے۔(مولانا ابوالکلام آزاد،ص163)

مولانا آزاد نے 13 سال کی عمر میں اپنا صحافتی سفر شروع کیا۔آپ نے خود کئی ایک رسائل جاری کیے۔کئی رسائل کے مدیر معاون رہے اور کئی رسائل آپ کی سرپرستی میں جاری ہوئے۔ ان رسائل کی تفصیل حسب ذیل ہے:

نیرنگ عالم، المصباح، احسن الاخبار، تحفہ احمدیہ، خدنگ نظر، ایڈورڈ گزٹ، لسان الصدق، الندوہ، وکیل، دارالسلطنت، الہلال، البلاغ، الکرام، پیغام، الجامعہ، پیام، الہلال (ثانی)، ثقافۃ الہند

ہفت روزہ ''الہلال''

مولانا آزاد نے 13 جولائی 1912ء کو کلکتہ سے ہفت روزہ ''الہلال'' جاری کیا۔الہلال مختلف حیثیتوں سے اردو صحافت میں ایک نیا باب تھا اور یہ ہفت روز ہماری صحافتی اور ادبی تاریخ میں سنگ میل ثابت ہوا۔مشہور صحافی نیاز فتح پوری لکھتے ہیں کہ

''مولانا آزاد نے ''الہلال'' جاری کیا اور اس شان کے ساتھ کہ صحافت کا تمام اگلا پچھلا تصور ہمارے ذہن سے محو ہو گیا اور ہم سوچنے لگے کہ کیا یہ آواز ہماری ہی دنیا کے کسی انسان کی ہے کیا یہ زبان ہمارے ہی ابنائے جنس میں سے کسی فرد کی زبان ہے۔''

الہلال عصری صحافت میں محض ایک اور اخبار کا اضافہ نہ تھا بلکہ درحقیقت وہ اپنی ذات میں ایک مستقل تحریک تھا۔ اس لیے الہلال اردو صحافت کی تاریخ میں ایک سنگ میل بن گیا اور اس کی نگارشات اور قلمی فتوحات صحافت نگاری کا زریں اور ناقابل فراموش باب بن گئیں۔مولانا ضیاء الدین اصلاحیؒ لکھتے ہیں کہ

''الہلال آندھی اور طوفان بن کر لوگوں کے قلوب پر چھا گیا اور آج بھی اس کی آواز سے گنبد بیضا پر شور ہے۔اس نئی آواز نے ذہنوں کو جھنجھوڑا، دل و دماغ میں اضطراب وانقلاب پیدا کیا۔فکر و نظر کے زاویے بدلے۔نئی راہیں کھولیں اور نئے اسلوب میں نیا پیام دیا۔ملک وقوم کو آزادی وحریت کا درس دیا۔عالم اسلام کے مسائل چھیڑ کر مسلمانوں کی حمیت ایمانی کو للکارا اور انگریزوں کی نفرت کا نقش ان کے دلوں پر بٹھا دیا۔حق کا بول بالا کیا اور باطل کے مغلوب و مقہور ہونے کا اعلان کیا۔استعمار واستبداد کی چولیں ہلا دیں اور برطانوی حکومت کے ایوانوں میں زلزلہ پیدا کر دیا۔(مولانا ابوالکلام آزاد،ص233)

الہلال محض ایک اخبار نہیں دراصل ایک صور قیامت تھا جس نے مردہ دلوں میں ایک نئی جان ڈال دی۔مولانا ابوالکلام نے الہلال کے ذریعہ کلمہ حق کو بلند کیا اور جرأت حق گوئی وراست بازی کی وہ روشن مثال قائم کی جو ہماری صحافت میں اس سے پہلے موجود نہ تھی۔انہوں نے قرآن کریم کی معرفت اور تفسیری ترجمہ سے اسلام کی سچی تعلیم کے احیاء کی کوشش کی اور وہ اس میں مولانا نے ایک حد تک کامیابی حاصل کی۔

الہلال کی آتش نوائی برطانوی حکومت برداشت نہ کرسکی۔ابھی اس کے اجرا کو تین سال بھی نہیں گزرے تھے کہ پہلے دو ہزار کی ضمانت طلب کی گئی، پھر دس ہزار کی ضمانت طلب کی گئی۔آخر میں پریس بھی ضبط کر لیا گیا۔چنانچہ مولانا نے 18 نومبر 1914ء کی اشاعت کے بعد ''الہلال'' بند کر دیا۔

ہفت روزہ ''البلاغ''

الہلال کے بند ہونے کے بعد مولانا ابوالکلام نے 12 نومبر 1915ء کو کلکتہ سے ہفت روزہ البلاغ جاری کیا اور یہ اخبار الہلال کا مثنیٰ تھا۔دونوں کے مقاصد تقریباً یکساں تھے تاہم انداز کسی قدر مختلف تھا۔مولانا نے البلاغ کو دعوت اور قرآنی پیام کی اشاعت کا ترجمان بنایا۔

البلاغ میں جو روح کارفرما تھی وہ الہلال سے کسی طور پر مختلف نہیں تھی لیکن اس میں اسلام کے اخلاقی فلسفہ پر زیادہ زور تھا۔بقول ڈاکٹر خلیق انجم

''البلاغ الہلال کی بدلی ہوئی شکل تھی لیکن اس میں الہلال کا طمطراق باقی نہیں تھا۔الہلال میں سیاست پر زور تھا اور البلاغ مذہبی تبلیغ کا ذریعہ بنایا گیا۔ادب، تاریخ، مذہب اور معاشرت کے مسائل پر مضامین چھاپے جاتے تھے۔''

علامہ سید سلیمان ندوی (م1373ھ) فرماتے ہیں کہ

''اس میں کوئی شبہ نہیں کہ نوجوان مسلمانوں میں قرآن پاک کا ذوق مولانا ابوالکلام آزاد کے ''الہلال'' اور ''البلاغ'' نے پیدا کیا اور جس اسلوب بلاغت، کمال انشا پردازی، اور زور تحریر کے ساتھ انہوں نے انگریزی خواں نوجوانوں کے سامنے قرآن پاک کی ہر آیت کو پیش کیا اس نے ان کے لیے ایمان و یقین کے نئے نئے دروازے کھول دیئے اور ان کے دلوں میں قرآن پاک کے معانی اور مطالب کی بلندی اور وسعت کو پوری طرح نمایاں کر دیا۔(معارف اکتوبر 1932ء)

البلاغ کا پہلا شمارہ 12 نومبر 1915ء کو شائع ہوا اور آخری شمارہ 17 تا 24، 31 مارچ 1916ء پر مشتمل تھا شائع ہوا اور البلاغ ہمیشہ کے لیے غائب ہو گیا۔کیونکہ مولانا ابوالکلام کو حکومت بنگال نے زیر دفعہ 3 ڈیفنس ایکٹ صوبہ بنگال سے باہر چلے جانے کا حکم دے دیا۔

یہ حقیقت ہے اس کو کوئی تسلیم کرے یا نہ کرے کہ برصغیر کی آزادی کی تاریخ میں ''الہلال'' اور ''البلاغ'' کا نام سنہری حروف سے لکھا جائے گا۔

[اے کاش! یہ عظیم ہستی ہندو کے فریب میں آ کر کانگرس میں شامل نہ ہوتی (ادارہ)]

دعائے مغفرت کی اپیل

☆ نیوملتان کے رفیق مرزا عبدالوحید وفات پا گئے

☆ کراچی وسطی کے رفیق سید فضل علی آزاد وفات پا گئے

☆ کراچی وسطی کے منفرد رفیق جناب محبوب موسیٰ کی والدہ وفات پا گئیں

☆ گلشن اقبال کراچی کے رفیق جناب سید ضیاء الحسن کی والدہ وفات پا گئیں

☆ گلستان جوہر 1 کے رفیق محترم عظیم الدین کی اہلیہ وفات پا گئیں

☆ بنوری ٹاؤن کراچی کے رفیق جناب رفیق احمد میمن کی اہلیہ وفات پا گئیں

☆ سرگودھا شرقی کے ملتزم رفیق ملک خدا بخش کے بھائی وفات پا گئے

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ
فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

انسان بے مقصد پیدا نہیں کیا گیا

مہوش نواز

﴿اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ﴾ (سورۃ المؤمنون:116)

”کیا تم نے یہ گمان کر رکھا تھا کہ ہم نے تمہیں بے مقصد پیدا کیا ہے۔ اور تم ہماری طرف لوٹائے نہیں جاؤ گے۔“

گویا تم خیال کرتے ہو کہ تم بے فائدہ پیدا کیے گئے ہو اور اس دنیا میں تمہاری تخلیق کا کوئی مقصد نہیں۔ تمہیں اس دنیا میں صرف کھیل کود کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ تم نہ ہی ایک ایسی شتر بے مہار مخلوق ہو جسے بلا روک ٹوک ہر جگہ پھرنے کی آزادی حاصل ہے۔ تمہارے سپرد کوئی ذمہ داری نہیں۔ تم جو چاہو سو کرو۔ تم سے نہ تو اس دنیا میں کوئی باز پرس ہوگی نہ آخرت میں۔ تو ایسی سوچ رکھنے والا شخص یہ بھول جاتا ہے کہ اُسے لوٹ کر اللہ ہی کی طرف جانا ہے اور وہاں اپنے ایک ایک عمل کا حساب دینا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو تمام مرد و زن کو اپنی عبادت اور اپنے احکامات کی بجا آوری کے لیے پیدا کیا ہے۔

ہمارا ایمان ہے کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے کچھ بھی بے کار پیدا نہیں کیا، ہر ایک کو کسی نہ کسی خاص خوبی سے نوازا ہے۔ حتیٰ کہ اگر کوئی جسمانی طور پہ معذور بھی ہے تو اسے ذہنی و عقلی لحاظ سے برتری بخشی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عورت کو پیدا کیا جس کا معاشرے میں ایک اہم رول ہے۔ عام طور پر عورتیں یہ سمجھتی ہیں کہ ہمارے ذمے صرف گھر کے کام کاج ہیں۔ ہم نے بچوں کی پرورش کرنی ہے۔ کھانے پکانے کا خیال رکھنا ہے۔ گھر کی باقی اندرونی ضروریات کو پورا کرنا ہے۔ یقیناً یہ عورت کی بنیادی ذمہ داری ہے لیکن اُسے بھی مرد کی طرح اپنے رب کو راضی کرنا ہے۔ دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کی تیاری کرنی ہے۔ اس دنیا میں اللہ کی بندی بن کر زندگی گزارنی ہے، اپنے خالق و مالک کو راضی کرنا ہے۔ جب ہم اسلامی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں ایسی خواتین کا تذکرہ ملتا ہے کہ کوئی علم و فضل کے لحاظ سے باکمال تھی تو کوئی زہد و تقویٰ اور عبادت کے اعتبار سے، کوئی شجاعت اور بے باکی کے لحاظ سے باکمال تھی تو کوئی ایثار و وفا اور عزم و ہمت کے اعتبار سے، کوئی کے لحاظ سے باکمال تھی تو کوئی سخن فہمی کے اعتبار سے، کوئی ہنر اور فن کے نقطۂ نگاہ سے یگانۂ روزگار تھی تو کوئی دانش و حکمت اور تدبیر کے لحاظ سے، کسی میں بچوں کی تربیت کا بے مثال ملکہ تھا تو کسی میں دعوت دین کا جذبہ تھا، کسی کو درس گاہیں قائم کرنے اور مساجد تعمیر کرانے کا شوق تھا تو کسی کو درس و تدریس اور تعلیم و تعلم کا، کسی کو خدمت خلق کی دھن تھی تو کسی کو رفاہ عامہ کے دوسرے کاموں سے غیر معمولی شغف تھا، کسی کا دستِ سخاوت بہت کشادہ تھا کوئی یتیموں، بیواؤں اور مسکینوں کی سرپرستی میں یکتائے زمانہ تھی۔

مختصراً یہ کہ کسی بھی معاشرے کی کامیابی میں عورت کا کردار بہت اہم ہے۔ عورت کے باشعور ہونے میں ہی معاشرتی ترقی کا راز مضمر ہے۔ تو بھلا بتایئے آپ اپنی خوبیوں کو کس حد تک عمل میں لا رہی ہیں؟ اور اگر لا رہی ہیں تو کیا وہ واقعی اس ذات کی فرمانبرداری اور اطاعت میں ہیں؟ دراصل ہماری خواتین فیمنزم کے نشے میں اس قدر گم ہیں کہ جب تک انہیں بے پردہ ہو کر گھر سے باہر نکل کے، مرد کے 'شانہ بشانہ' کام کرنے کی اجازت نہ دی جائے تب تک انہیں لگتا ہے کہ وہ قید کر دی گئی ہیں اور ان کی صلاحیت کو دبا دیا گیا ہے جبکہ ایسا سوچنا صرف دماغ کا خلل ہے۔ جبکہ حقیقت سے اور دین اسلام کے خوبصورت اور جامع ضابطہ حیات سے اس کا قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ اس لیے خدارا خدارا اللہ سبحانہ تعالیٰ کی دی ہوئی صلاحیتوں کو اس کی رضا و قرب اور اس کے دین کی سربلندی کے لیے استعمال کریں۔

مثلاً اگر اس نے آپ کو قلم کی طاقت دی ہے تو رومانوی اور افسانوی تحریروں کی بجائے حق کے لیے لکھیں۔

اگر آپ اچھا بولتی ہیں تو دوسروں کو اخلاقیات کی نصیحت کریں۔

اگر آپ کو اللہ تعالیٰ نے علم حاصل کرنے کی توفیق بخشی ہے اور گفتگو کا فن حاصل ہے تو درس و تدریس کریں اور پیچیدہ مسائل کو لوگوں تک آسان مفہوم میں سمجھائیں، دیگر علوم سیکھیں اور انہیں قرآن و سنت کی روشنی میں دوسروں تک پہنچائیں تاکہ کم از کم ہمارے معاشرے میں موجود اس غلط تصور کی تصحیح ہو جائے کہ اسلام کا سائنسی و معاشرتی علوم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

اصل تعلیم تو دین کی تعلیم ہے۔ اگر بچیاں فزکس، کیمسٹری پڑھ کر ڈاکٹر بن سکتی ہیں، انجینئر بن سکتی ہیں تو دین کی تعلیم کیوں نہیں حاصل کر سکتیں؟

کل اگر ہماری بہنوں سے اللہ نے پوچھ لیا کہ تو نے بی اے کر لیا، ایم اے کر لیا، انگلش پڑھ لی، جرمن لینگوئج پڑھ لی۔ بتا تو نے میرے قرآن کا ترجمہ پڑھا؟ اگر بہن نے جواب دیا کہ مجھے فرصت نہ ملی یا ماں نے مجھے اس طرف توجہ نہ دلائی تو بہن کی بھی پکڑ ہوگی اور ماں کی آخرت بھی تباہ ہو سکتی ہے۔

مختصر یہ کہ جو بھی ہنر ہے اسے اسلام کی خدمت میں بروئے کار لائیں اور اگر پھر بھی آپ سمجھتی ہیں کی ایسا کرنا آپ کے لیے ممکن نہیں تو کم از کم اسے اللہ اور اسکے دین کی نافرمانی میں صرف نہ کریں کیونکہ بے شک ہر وہ نعمت جو آپ کو دی گئی اس کے لیے، کہ وہ کہاں اور کیسے استعمال کی، آپ اللہ سبحانہ تعالیٰ کے سامنے جوابدہ ہوں گی۔

آج کل مغرب اور دنیا بھر کے یہود و ہنود اور نصاریٰ کا مشترکہ ہدف امت مسلمہ کی غیور بیٹیاں ہیں۔ ان کو گھروں سے نکال کر مردوں کے شانہ بشانہ کھڑا کر رہے ہیں۔ انہیں معلوم ہے کہ اسی نے نسل نو کو جنم دینا ہے۔ پروان چڑھانا ہے اور اپنے بچوں کی تربیت کرنی ہے۔ اسے امت مسلمہ کا ایک مفید فرد بنانا ہے۔ لہٰذا اسے ہدف بناؤ۔

مسلمان خواتین کو چاہیے کہ وہ یہود و ہنود اور نصاریٰ کی چالوں کو سمجھیں اور امہات المؤمنین اور صحابیاتؓ کو اپنا آئیڈیل بنائیں تاکہ دنیا و آخرت میں سرخرو ہو سکیں۔

وہی ہے راہ ترے عزم و شوق کی منزل
جہاں ہیں فاطمہؓ و عائشہؓ کے نقشِ قدم

اللہ تعالیٰ ہمیں دین کا علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے اور اس دنیاوی زندگی کو بامقصد گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اللہ سے سرکشی کا رویہ ترک کریں!

محمد سمیع

ہم جس ملک میں رہتے ہیں اس کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان ہے۔ یہ ملک اسلام کے نام پر بنا تھا اور مفکر پاکستان علامہ اقبال کے مطابق پاکستان کے حصول کے بعد ہمارا ہدف یہ تھا کہ ہم اسے ایک ایسی مثالی اسلامی مملکت بنائیں جو عرب سامراج کے دور میں اسلام کے چہرے پر جو بدنما داغ پڑ گئے تھے، انہیں دھو ڈالے۔ لیکن اس وقت صورتحال یہ ہے کہ اسلام کے چہرے پر عرب سامراج نے جو بدنما داغ ڈال دیا تھا، اس کو صاف کرنے کی بجائے ان داغوں میں اتنا اضافہ کر دیا گیا ہے کہ ع پہچانی ہوئی صورت بھی پہچانی نہیں جاتی۔ کیا کسی کو اتنی فرصت ہے کہ وہ غور کرے کہ ایسا کیوں ہوا؟ اگر ایک لفظ میں اس کو بیان کیا جائے تو وہ ''منافقت'' ہے۔ منافق کا کردار کیا تھا۔ انہوں نے اپنے چہرے پر اسلام کا لیبل لگا لیا تھا لیکن ان کا کردار اسلام کے بالکل برعکس تھا۔ انہیں اپنا مفاد عزیز تھا۔ لہٰذا وہ اس کے حصول کے لئے مسلمانوں میں اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے تھے تاکہ ایک مسلمان کو جو فائدے ایک اسلامی ریاست میں حاصل ہوتے ہیں وہ انہیں بھی حاصل رہیں۔ دوسری طرف وہ کفار و مشرکین اور یہودیوں کے ساتھ بھی دوستیاں رکھتے تھے تاکہ اگر مسلمانوں پر برا وقت پڑے تو وہ خود کو محفوظ رکھ سکیں۔ اسی لئے قرآن کریم نے ان کے بارے میں کہا کہ یہ نہ ادھر کے ہیں اور نہ اُدھر کے ہیں۔

اب ہم دیکھیں کہ ہم نے اس ملک کے ساتھ فقط یہ کیا کہ اس کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان رکھ دیا۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ ہمارے رویئے اس ملک کے ساتھ کیا اور دشمنان دین کے ساتھ کیا ہیں۔ پاکستان کی پوری تاریخ پر ایک نظر ڈال لیجئے۔ ہم نے قرارداد مقاصد منظور کی تاکہ اللہ تعالیٰ کی حکمرانی بالادست رہے۔ جو پارلیمانی جمہوری نظام ملک میں رائج کیا گیا، اس میں بالادستی پارلیمنٹ کی ہوتی ہے۔ یا تو حکام یہ طے کر لیتے کہ ملک میں کوئی قانون سازی قرآن وسنت کے خلاف نہیں ہوگی اور ایسے قوانین کو جو قرآن وسنت سے متصادم ہیں انہیں فوری طور پر ختم کر دیا جاتا اور یہ فیصلہ کر لیا جاتا کہ شریعت اسلامی کا نفاذ حتمی ہے۔ اِس میں رائے لینے کی نہیں صرف عمل کرنے کی ضرورت ہے تاکہ اللہ کی حاکمیت کی بالادستی عملی طور پر قائم ہو۔ آئین میں یہ شق تو ڈال دی گئی کہ ملک میں قرآن وسنت سے متصادم قانون سازی نہیں ہو سکتی لیکن کیا یہ گیا کہ ایک اسلامی مشاورتی کونسل قائم کر دی گئی جو قوانین کا جائزہ لے کر جس قانون کو غیر اسلامی سمجھیں ان کے بارے میں متبادل سفارشات پیش کریں جو ان پارلیمنٹرینس کی خدمت میں پیش کی جائیں تاکہ ان کی منظوری سے قوانین میں ترامیم ہو سکیں۔ گویا کہ ایک طرف اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کا دعویٰ کیا گیا اور دوسری طرف اس کے عملی نفاذ کو پارلیمنٹیریز کی منظوری سے منسلک کر دیا گیا۔ حالانکہ ہونا یہ چاہئے تھا کہ حکومت کو پابند کیا جاتا کہ وہ اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کو بلا حیل وحجت نافذ کرے۔ یہ صریح منافقت نہیں تھی تو اور کیا تھا۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ حکومتوں نے ان سفارشات کو در خور اعتناء بھی نہ سمجھا اور ساری سفارشات کولڈ اسٹوریج میں پڑی ہوئی ہیں۔ اب تو اللہ کی حاکمیت کو تسلیم کرنے والے ہمارے نمائندے کوشاں ہیں کہ اسلامی نظریاتی کونسل سے ہی کسی طرح جان چھڑائی جائے۔ بلکہ ہمارے ہاں کے سیکولر دانشور حضرات کوشاں ہیں کہ کسی طرح قرارداد مقاصد سے بھی جان چھڑا لی جائے اور بانی پاکستان کی 11 اگست 1947ء کے بیان کو آئین کا حصہ بنا دیا جائے۔ شاید انہیں بھی ملک میں جاری منافقت پسند نہیں۔ ایک فیڈرل شریعت عدالت قائم کی گئی تھی جس نے اپنے ایک فیصلے کے ذریعے بینکنگ سود کو ربا قرار دیا تھا اور حکومت سے کہا تھا کہ متبادل قانون سازی کرے تاکہ سود سے چھٹکارا ملے لیکن ہمارے وہ حکمراں جو امریکی دھمکی پر تو فوراً ہتھیار ڈال دیتے ہیں لیکن اللہ کے سود لین دین کرنے والوں کے خلاف جنگ کے الٹی میٹم کو خاطر میں نہیں لاتے۔

یہ شوشہ بھی چھوڑا گیا کہ ملک میں آخر کس کا نظام نافذ کیا جائے۔ دیوبندیوں کا، بریلویوں کا، اہلحدیث کا یا فقہ جعفری والوں کا۔ تمام مکتبۂ فکر کے علماء نے اس پر حکومت کے سامنے اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے بائیس نکاتی پروگرام پیش کر دیا کہ ان نکات پر مشتمل نظام بنا لیا جائے، ہم سب ان پر متفق ہیں۔ لیکن ان نکات کو بھی درخور اعتناء نہیں سمجھا گیا۔ حکمرانوں نے اسلامی نافذ نہیں کرنا تھا تو کاہے کو ان نکات پر غور کرتے۔

ہمارے حکمرانوں نے شریعت سے متصادم قوانین منظور کرنا شروع کر دیئے جس کی ابتدا تو ایوب خانی دور کے عائلی قوانین سے ہوا اور یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔ حقوق نسواں ایکٹ سے ہوتا ہوا یہ سلسلہ سندھ حکومت کے حالیہ خلاف اسلام بل تک پہنچ چکا ہے۔ وہ تو خدا کا شکر ہے کہ دینی جماعتوں کے دباؤ کی بنا پر اس بل کی منظوری کی نوبت نہیں آئی ورنہ اس کے نفاذ سے بقول کسے باب الاسلام میں اسلام میں داخلے کا باب بند ہو چکا ہوتا۔ شراب خانوں کی بندش کے عدالتی حکم کے باوجود اور اس کے باوجود کہ ملک کی تمام اقلیتوں کے نمائندے نے یہ بتا دیا کہ ان کے مذہب میں بھی شراب حرام ہے، مے خانوں کے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔ انہیں بند کروا کر حکومتوں کو اپنے ان پیاروں کو ناراض تو کرنا نہیں جو یہ مے خانے چلا رہے ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ جب اسلام سمیت تمام مذاہب میں شراب حرام ہے تو یہ کون سی مخلوق ہے جس نے اپنے لئے شراب کو حلال کر رکھا ہے۔ ایک مسلمان ملک جو اسلامی جمہوریہ پاکستان کہلاتا ہے، اپنے ہاں شراب خانوں کا دھندہ جاری رکھ کر ایک ریکارڈ قائم کیا ہے تو دوسری طرف پڑوسی ملک بھارت جسے ہم دارالحرب کہتے ہیں، وہاں کے ہندوؤں نے بھی ایک ریکارڈ قائم کیا ہے۔ روزنامہ جنگ کے 22 جنوری کی اشاعت میں یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ بھارت کی ریاست بہار میں شراب پر سرکاری طور پر پابندی لگانے کے فیصلے کے حق میں بہت بڑی تعداد میں عوام نے انسانی زنجیر بنائی، بہار کے وزیر اعلیٰ نتیش کمار نے دعویٰ کیا ہے کہ ریاست بھر میں تین کروڑ افراد نے انسانی زنجیر بنائی۔ انسانی زنجیر میں مرد، خواتین اور بچوں نے بھرپور حصہ لیا۔ سرکاری ریکارڈ کے مطابق انسانی زنجیر 11 ہزار 400 کلومیٹر سے بھی زیادہ طویل رہی۔ اس انسانی زنجیر میں وزیر اعلیٰ نتیش کمار، لالو پرشاد

یادو، کانگریس اور بی جے پی کے ارکان نے بھی حصہ لیا۔ وزیر اعلیٰ نتیش کمار ریاست میں 5 اپریل 2016ء کو شراب پر پابندی لگائی تھی۔ اس وقت مجھے وہ مصرع یاد آ رہا ہے ۔ میں ہوا کافر تو وہ کافر مسلماں ہو گیا۔ کیا خیال ہے اگر پاکستان اور بھارت کے یہ دونوں ریکارڈ عالمی بک آف ریکارڈ میں آجائیں تو دنیا پر ہمارا کیا تاثر پڑے گا۔ بانی پاکستان محمد علی جناح نے تو کہا تھا کہ ہمیں یہ خطۂ زمین اس لئے حاصل کرنا ہے تاکہ ہم اسلام کے اصول حریت واخوت ومساوات پر مبنی ایک اسلامی ریاست کا نمونہ دنیا کے سامنے پیش کرسکیں۔

حکمران اور سیاسی قائدین کی تو مجبوری یہ ہے کہ وہ عوام کو ناراض نہیں کرسکتے کہ اس کے نتیجے میں ان کے ووٹ بینک پر منفی اثر پڑے گا اور مغرب کی قوتوں کو بھی ناراض نہیں کرسکتے کہ اس کے نتیجے میں ان کا اقتدار خطرے میں پڑ جائے گا لیکن عوام کے مختلف طبقات کی کیا مجبوری ہے کہ وہ بار بار ایسے حکمراں منتخب کرتے ہیں جو ملک میں اسلام کا نظام عدل اجتماعی کے نفاذ سے گریزاں ہیں حالانکہ اگر ان عوام سے پوچھا جائے کہ سرمایہ داری پر مبنی ظالمانہ اور استحصالانہ جمہوری نظام اور اسلامی نظام میں سے کسے ترجیح دیں گے تو وہ یہی کہیں گے ہمیں اسلامی نظام چاہیے۔ علماء کی کیا مجبوری ہے کہ وہ ایسے حکمرانوں کے خلاف عوام کو متحرک نہیں کرتے۔ مذہبی اور سیاسی جماعتوں کے قائدین کی کیا مجبوری ہے کہ وہ اسلامی نظام کے نفاذ کے واحد ایجنڈے پر متفق ہو کر اس کو روبہ عمل لانے کے لئے ایک زبردست عوامی تحریک برپا نہیں کرسکتے۔ یہ یقیناً ہوسکتا ہے اگر ہم سب منافقت کی روش کو ترک کردیں جو ہمارا قومی کردار بن کر رہ گیا ہے۔

ہمارے اسلاف کا تو یہ حال تھا کہ حضرت عمر فاروقؓ ان صحابیؓ سے جنہیں حضور ﷺ نے منافقوں کے نام بتا دیئے تھے اور تاکید کی تھی کہ اسے ایک راز رکھنا، کہتے ہیں کہ میں منافقوں کے نام تم سے نہیں پوچھتا لیکن صرف مجھے اتنا بتا دو کہ اس فہرست میں میرا نام بھی شامل تو نہیں۔ حق تو یہ ہے جس کے پاس ایمان کی پونجی ہو اور اسے نفاق کی حقیقت کا علم ہو تو اسے یقیناً یہ خطرہ لگا رہے گا کہ نفاق کے نتیجے میں میرا ایمانی سرمایہ نہ چھن جائے۔ ہمیں تو اس کا احساس ہی نہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں نفاق کی بیماری سے دور فرمائے۔

آمین یارب العالمین!

میرے ماں باپ، جان اور نوکری سب اللہ کے رسول ﷺ پر قربان

جسٹس شوکت عزیز صدیقی

میرے ماں باپ، جان اور نوکری سب اللہ کے رسول ﷺ پر قربان ہو جائیں۔ جسٹس شوکت عزیز صدیقی نے کہا کہ جو بھی لوگ ایسا مواد اپ لوڈ کرتے ہیں میں آج انہیں دہشت گرد قرار دیتا ہوں۔ حکومت نے اس معاملے میں کیا اقدامات کیے، معاملہ بیوروکریسی پر نہیں چھوڑ سکتا۔ تماشا دیکھنے والوں کے خلاف کارروائی ہوگی اگر پورا سوشل میڈیا بند کرنا پڑا تو کریں گے۔ پاکستان کا سب سے بڑا مسئلہ اور سب سے اہم کیس یہی ہے۔ جس دن سے یہ پٹیشن میرے سامنے آئی ہے خدا کی قسم میں نہیں سویا' آئین وقانون پر عمل درآمد کرکے ہم خود ممتاز قادری کو جنم دیتے ہیں' ایف آئی اے والو پی ٹی اے والو وزارت آئی ٹی والو وزارت داخلہ والو فوج والو بتاؤ آقا ﷺ سے کس طرح شفاعت مانگو گے' اتنی گستاخی کے بعد ہم ابھی تک زندہ کیوں ہیں' یہ مسئلہ ہمارے ایمان کا مسئلہ ہے' اللہ کو گواہ بنا کے کہتا ہوں کہ اگر اپنے آقا ﷺ ازواجِ مطہرات' اصحابِ رسول ﷺ اور قرآن کریم کی عزت و حرمت کے تحفظ کے لیے مجھے اپنے ماں باپ' جان اور اپنے عہدے کی بھی قربانی دینا پڑی تو دے دوں گا مگر اس کیس کو منطقی انجام تک پہنچاؤں گا' اس کیس کا مدعی کوئی ایک شخص نہیں' پورا پاکستان اس کیس کا مدعی ہے۔ آقا ﷺ کی عزت وناموس کے تحفظ کے لیے اگر سوشل میڈیا بھی بند کرنا پڑا تو اللہ کی قسم حکم جاری کردوں گا۔ انہوں نے کہا یہ عدالت سوشل میڈیا میں کائنات کی مقدس ترین شخصیات کی گستاخی کے خلاف آپریشن ''ردالشیطان'' شروع کر رہی ہے' جنہوں نے گستاخی کی اور جو لوگ اس کا تماشا دیکھتے رہے ان سب کے خلاف کارروائی ہوگی۔ اس معاملے میں بیوروکریسی پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا' کائنات کی مقدس ترین شخصیات کی گستاخی کرنے والوں کے خلاف قانون کے مطابق کارروائی کی جاتی تو سوشل میڈیا میں آقا ﷺ ازواجِ مطہرات' اصحابِ رسول ﷺ قرآن کریم اور اللہ کی گستاخی نہ ہوتی' معاملے کی نزاکت کا ادراک کرتے ہوئے فوری طور پر اس طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے ورنہ ملک میں امن عامہ کا مسئلہ پیدا ہوسکتا ہے اور ملکی نظام مفلوج ہوجائے گا۔

ان شاء اللہ

تنظیم اسلامی کے فاضلینِ درسِ نظامی کا خصوصی اجتماع

23 مارچ 2017ء (بروز جمعرات) صبح 09:30 بجے تا نماز مغرب

بمقام قرآن اکیڈمی، K-36 ماڈل ٹاؤن، لاہور

قیام کی صورت میں موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت: 36316638-36366638(042)

ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں رہائش پذیر راجپوت بھٹی فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 27 سال، تعلیم ایم اے پولیٹکل سائنس، قد "5'.7 کے لیے دینی مزاج کے حامل، برسرروزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0321-1485510 0334-6907750

☆ بیٹی، عمر 26 سال، قد "5'.3، تعلیم ایم فل، دینی مزاج کے حامل تعلیم یافتہ ترجیحاً ڈاکٹر، انجینئر، ہم پلہ لڑکے کا رشتہ درکار ہے، ذات پات کی کوئی قید نہیں۔ برائے رابطہ: 0300-4161760 0302-2259158

Cabinet approves steps for Fata's merger with KPK

<u>Source</u>: *Adapted from APP*

The government on Thursday (3 March 2017) approved a set of steps to be taken for proposed merger of the Federally Administered Tribal Areas (Fata) with Khyber Pakhtunkhwa (KP) and a 10-year reform package to bring the tribal region on a par with other developing areas of the country.

Over Rs110 billion development package, proposed by a six-member Fata reforms committee, has been approved for the seven agencies of the tribal region. Jurisdiction of the Supreme Court and the Peshawar High Court will be extended to Fata, where a new blend of judicial and traditional jirga system will provide justice to people. Introduction of local government (LG) system, education and jobs opportunities for youth and upgradation of Levis Force are part of the 24-point Fata reforms. However, LG polls will be held after 2018 general elections.

The decisions were taken at a meeting of the federal cabinet presided over by Prime Minister Nawaz Sharif at the PM House. The reform package will soon be sent to President Mamnoon Hussain for final approval and then a constitutional process will be initiated to implement it.

Prime Minister's Adviser on Foreign Affairs Sartaj Aziz, head of the reform committee, said at a press conference after the cabinet meeting that merger of Fata with KP would be completed in five years. "We had four options for mainstreaming of Fata — to keep the status quo, to form a council on the pattern of Gilgit-Baltistan, to form a separate province or to merge it with KP — and we opted for the last one," he added.

Elaborating why the government wanted merger of Fata with KP in five years, he said the five-year transition period would be utilised to prepare Fata for restoration of a durable peace. The transition period will see rehabilitation of internally displaced persons (IDPs) and reconstruction of infrastructure, houses and shops, launching of a major programme for socio-economic development, establishment of elected local bodies, introduction of judicial reforms to extend the jurisdiction of the Supreme Court and the high court, capacity building of law enforcement agencies, particularly Levies Force, to enable them to perform policing functions, carrying out land settlement and preparing GIS-based computerised land record and capacity building of the Frontier Constabulary for efficient border management. He said the reforms committee had visited all Fata agencies and met over 3,500 tribal elders during a consultative process to prepare the reform package in the light of their demands and suggestions.

Replying to a question about an increase in the number of KP Assembly seats in view of merger of the tribal areas, he said the seats the provincial assembly would be increased in the light of the coming national population census. Asked whether the KP government had been taken on board over the merger plan, the adviser said the provincial government fully supported Fata reforms package. "Without the cooperation of the KP government the plan cannot work. The entire administrative control of Fata will be handed over to the provincial government and the federal government will deal only with security and financial resources for Fata," he said.

Highlighting the reforms package approved by the cabinet, Mr Aziz said over a century-old Frontier Crimes Regulations would be replaced by a new law to be introduced through a constitutional amendment. He said repatriation of IDPs would be completed by April 30 (2017), a special committee comprising public representatives of Fata would be formed to implement the 10-year development plan, three per cent of gross federal divisible pool (approximately Rs100bn) would be given to Fata every year in addition to Rs21 billion allocated for IDPs.

According to the adviser, transit and Rahdari system will be abolished, Auditor General of Pakistan will ensure transparent utilisation of development funds, salaries of government employees in Fata will be 20 per cent higher than those of KP and connectivity of Fata with the China-Pakistan Economic Corridor will be ensured. A

China-Pakistan Economic Corridor will be ensured. A social welfare package will be announced under the Benazir Income Support Programme, State Bank of Pakistan will ensure opening of commercial banks' branches in the tribal areas and quota system will be introduced to provide job opportunities to Fata youth in KP and other provinces.

Earlier, chairing the cabinet meeting, Prime Minister Sharif said it was a collective responsibility of the federal government and the provinces to come forward for development and mainstreaming of Fata, Azad Jammu and Kashmir (AJK) and Gilgit Baltistan (GB). "Pakistan belongs to every Pakistani and all areas of the country should have equal rights and access to national resources," he said.

He said the cabinet had accorded in-principle approval of the recommendations of the Fata Reforms Committee. "Today is a landmark date in the history of this country. Since the dawn of our nation, select people have been treated differently due to their place of birth."

"The people of Fata will no longer be at the whims of an unjust and unaccountable system. Today, they are on the true path of freedom and now they can share in the dream of prosperity and be a part of a country on the road to becoming stable, secure and safe for people of all stripes," the prime minister said. He said Pakistanis living in far-flung areas of AJK, GB and Fata must be enabled to get access to services and facilities available to the residents of Lahore, Karachi, Peshawar and Quetta. "It is our responsibility to focus more on under-developed areas and provide opportunities to their residents to progress in different fields of life," he said. Speaking at the press conference, Federal Law Minister Zahid Hamid, also a member of the reforms committee, said the judicial set-up in Fata would be a blend of existing judicial system of the country and centuries old jirga system of Fata. He elaborated that civil judges would form a council of jirga on any complaint and the issue would be decide by the council/jirga. Then the decision will be sent to the civil judge for final decision. "Jirga system will continue to exist on the demand of elders of tribal areas," he said. "In case the complainant disagrees to the decision, he will have the right to appeal in the high court and the Supreme Court," he added.

In a press conference held after the cabinet meeting, committee's chairman, adviser on foreign affairs Sartaj Aziz told journalists that necessary amendments will be made in the constitution to enable people of Fata elect their representatives to K-P assembly for the general elections in 2018. FCR, he added, would be repealed and replaced with a new Rawaj system as per the recommendations.

The two political allies of the government – Jamiat Ulema-i-Islam (JUI-F) and Pakhtunkhwa Milli Awami Party (PkMAP) – voiced their concerns since day one. JUI-F's chief Maulana Fazlur Rehman recently addressed a public gathering stating that his party was in favour of mainstreaming Fata but not its merger with K-P. Rehman later softened his stance about holding referendum in Fata by stating, "Let people of Fata decide their fate instead of outsiders."

VOL : 26 **Regd. C.P.L NO. 114** No.11

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore